يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنی اھل کو آگ سے بچاؤ۔

{رہنمائے والدین واساتذہ}

بسلسلہ

☆تعلیم وتربیّتِ اولاد☆

مرتّبہ قاری فیاض الرحمن علَوی

مرکزی دارالقراء جامع مسجد مدنی نمکمنڈی پشاور

مکتبہ عَلَویہّ نمکمنڈی پشاور

www.DarulQurra.edu.pk

☆{بسم اللہ الرحمن الرحیم}☆

اَلْحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجالاً کثیراً وَّ نِسَائً۔وَاتَّقُوْا اللّٰہَ الَّذِی تَسَائَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیکُمْ رَقِیْباً والصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِی اَرْسَلَہٗ اِلٰی کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔وَعَلٰی اٰلِہٖ وصَحْبِہٖ۔وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔امابعد۔اللہ رب العزت نے ذُرّیت آدم علیہ السلام پر بے شمار احسانات فرمائے ہیں وَاِن تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھا،

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار نہیں کرسکو گے۔ان سب انعامات میں ایمان کے بعد۔اولاد ایک بڑی نعمت ہے انبیاء علیم السلام بھی اسکے لئے دعائیں مانگتے نظر آتے ہیں۔جبکہ یہ ایک بڑی آزمائش بھی ہے اِنَّمَا اَمْوالُکُمْ وَاَوْلاَدُکُمْ فِتْنَۃٌ۔بےشک تمہارے مال واولاد فتنہ ہیں ادعیہ ماثورہ میں ایک دعاء ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِن وَّلَدٍ یکُوْنُ عَلَیَّ وَبَالاً۔یااللہ میں ایسی اولاد سے پناہ مانگتا ہو جو میرے لئے وبال بن جائے۔مفسر قرآن مفتی اعظم پاکستان حضرت مولنا مفتی محمد شفیع صاحب۔رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔اولاد کی محبت اوران کی بھلائی کی فکر مقامِ رسالت ونبوت بلکہ مقام خلّت کے بھی منافی نہیں،اللہ تعالیٰ کا وہ خلیل جو ایک وقت اپنے رب کا اشارہ پاکر اپنے چہیتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے کمر بستہ نظر آتا ہے وہی دوسرے وقت اپنی اولاد کی دینی اور دنیوی آسائش اور بھلائی کے لئے اپنے رب سے دعائیں بھی کرتا ہے،دنیا سے رخصت ہونے کے وقت اپنی اولاد کو وہ چیز دے کر جانا چاہتا ہے جو اس کی نظر میں سب سے بڑی نعمت ہے یعنی اسلام عام انسانوں کی نظروں میں نعمت ودولت تو دنیا کی فانی اور ذلیل چیزیں ہیں جبکہ انبیاء علیم السلام کے نزدیک اصلی دولت ایمان اور عمل صالح اور اسلام ہے،جس طرح عام انسان اپنی موت کے وقت یہ چاہتے ہیں کہ جو بڑی سے بڑی دولت ان کے پاس ہے وہ اولاد کو دے جائیں،ایک سرمایہ دار تاجر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد ملوں اور فیکٹریوں کی مالک ہو،ان کو امپورٹ اور ایکسپورٹ کے بڑے بڑے لائیسنس ملیں،لاکھوں اور کروڑوں کا بینک بیلنس ہو،یا ایک سروس والا انسان یہ چاہتا ہے کہ میری اولاد کو اونچے عُہدے اور بڑی تنخواہیں ملیں،یا ایک صنعت پیشہ آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اسکی صنعت میں کمال حاصل کرے،اس کو اپنی عمر بھر کے گُر بتلادے،

اس طرح انبیاء علیم السلام اوران کے متبعین اولیاء کرام کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جس چیز کو وہ اصلی اوردائمی لازوال دولت سمجھتے ہیں وہ ان کی اولاد کو پوری پوری مل جائے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں،اور کوششیں بھی،آخروقت میں وصیت اسی کی کرتے ہیں جیسا کہ اٰیت۔
وَوَصّٰی بِہَآ اِبْراھِیمُ بَنِیْہِ وِیعقُوب سے واضح ہے۔

اولاد کے لئے کوئی دولت دین واخلاق سکھانے کے برابرنہیں:۔انبیاءعلیہم السلام کے اس طرزِ خاص میں عام انسانوں کے لئے بھی ہدایت ہے کہ وہ جس طرح ان کی دنیوی پرورش اوران کے دنیوی آرام وراحت کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ان پر لازم ہے کہ اولاد کی نظری،عملی اور اخلاقی تربیت کریں،،برُے راستوں اور برُے اعمال واخلاق سے ان کو بچانے میں سعی بلیغ کریں،کہ اولاد کی سچی محبت اور اصلی خیر خواہی یہی ہے یہ کوئی عقل کی بات نہیں کہ ایک انسان اپنے بچہ کو دھوپ کی گرمی سے بچانے کے لئے تو ساری توانائی خرچ کرے اوردائمی آگ سے اورعذاب سے بچانے کے لئے کوئی دھیان نہ دے،اس کے بدن سے کانٹا نکالنے کیلئے تو سارے ذرائع اوروسائل استعمال کرے،اور بندوق کی گولی کا نشانہ بننے سے اس کو نہ بچائے۔

انبیاءعلیہم السلام کے اس طرزِعمل سے ایک اصولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ والدین کا اول فرض اور،اولاد کا حق یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنی اولاد کی صلاح وفلاح کی فکر کی جائے اوراس کے بعد دوسروں کی طرف توجہّ کی جائے،جس میں دو حکمتیں ہیں،

www.DarulQurra.edu.pk

اوّل یہ کہ طبعی اور جسمی تعلق کی بناء پر وہ نصیحت کا اثر زیادہ جلد اور آسانی سے قبول کرسکیں گے، اور پھر وہ ان کی تحریک اور اصلاحی کوشش میں اُن کے دست وبازو بن کر اشاعت حق میں اُن کے معین ہوں گے،

دوئم یہ کہ اشاعتِ حق کا اس سے زیادہ سہل اور مفید راستہ کوئی نہیں کہ ہر گھر کا ذمہ دار آدمی اپنے اہل وعیال کو حق بات سکھانے اور اس پر عمل کرانے کی سعی میں دل وجان سے لگ جائے کہ اس طرح تبلیغ وتعلیم اور اصلاح وتربیت کا دائرۂ عمل سمٹ کر صرف گھروں کے ذمہ داروں تک آجاتا ہے، ان کو سکھلانا پوری قوم کو سکھانے کے ہم معنی ہوجاتا ہے، قرآن کریم نے اسی تنظیمی اصول کے پیش نظر ارشاد فرمایا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ ”اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو بڑی آگ سے“ اور رسول اللہ ﷺ جو ساری دنیا کے رسول ہیں، اور جن کی ہدایت قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے عام ہے آپ ﷺ کو بھی سب سے پہلے اس کا حکم دیا گیا کہ: اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ، ”اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے“ اور ارشاد ہوا۔ وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا، ”یعنی اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے۔“ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ اس کی تعمیل فرمائی، ایک تیسری حکمت یہ بھی ہے کہ جب تک کسی شخص کے اہل وعیال اور قریبی خاندان اس کے نظریات اور عملی پروگرام میں اس کا ساتھی اور ہم رنگ نہیں ہوتا تو اس کی تعلیم وتبلیغ دوسروں پر اتنی مؤثر نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تبلیغ کے جواب میں ابتدائ، اسلام کے وقت عام لوگوں کا یہ جواب ہوتا تھا کہ پہلے اپنے خاندان قریش کو تو آپ ﷺ درست کرلیں، پھر ہماری خبر لیں، اور جب خاندان میں اسلام پھیل گیا اور فتح مکہ کے وقت اس کی تکمیل ہوئی تو اس کا نتیجہ قرآن کے الفاظ میں یہ ظاہر ہوا کہ: يَدْخُلُوْنَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ ”یعنی لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج ہوکر داخل ہوں گے“ آجکل مسلمانوں میں بے عملی اور بے دینی پھیلنے کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین اگر خود دین سے واقف اور دیندار بھی ہیں تو اس کی فکر نہیں کرتے کہ ہماری اولاد بھی دیندار ہوکر دائمی راحت کی مستحق ہو، عام طور پر ہماری نظریں صرف اولاد کی دنیوی اور چند روزہ راحت پر رہتی ہیں اس کے لئے انتظامات کرتے رہتے ہیں دولت لازوال کی طرف توجہ نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمادیں کہ آخرت کی فکر میں لگ جائیں، اور اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے سب سے بڑا سرمایہ ایمان اور عمل صالح کو سمجھ کر اس کی کوشش کریں۔ حضرت مفتی صاحب کا کلام مکمل ہوا۔

میں نے تعلیم وتعلّم کے میدان میں شعوری زندگی کے ساٹھ سالہ دَور میں ماں باپ کے آپس کے تنازعات، اولاد کی طرف سے بے توجہی سردمہری اور حد درجہ کی کوتاہیوں اور معلمین کی زیادتیوں اور غلط تربیت، ناجائز خدمات، اور مار پیٹ۔ گالی گلوچ اور غیر محتاط رویوں کی وجہ سے طلباء بچوں اور اولاد کی تباہی وبربادی کو جو دیکھا ہے اس مختصر رسالہ میں اسکے تذکرہ کی گنجائش نہیں، اگر میری کتاب (زندہ والدین کے یتیم بچے) طبع ہوگئی تو اس میں یہ طویل داستانیں معصوم بچوں کے بگاڑ کی دیکھ لیں گے انشاء اللہ، تاہم اس مختصر رسالہ میں قرآن وسنت اور اکابرین امت سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے کوئی چیز اپنی طرف سے نہیں ان محسنین امّت کے مضامین کے ساتھ ان کے اسماء گرامی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسپر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور میرے لئے میرے والدین، اساتذہ کرام اور جن جن حضرات کی کتب سے یہ مضامین جمع کئے گئے ان سب کیلئے نجاتِ دارین اور توشہ آخرت بنائیں

امین یارب العلمین

فیاض الرحمن العلوی

www.DarulQurra.edu.pk

☆دینی تعلیم وتربیت اور سرپرستوں کی ذمہ داری☆

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ

{یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ} (التحریم)

''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔''

قرآن کریم کی یہ آیت جو اس سے پہلے بارہا آپ کے سامنے پڑھی گئی ہوگی اور قرآن کریم کی تلاوت میں آپ کی نظر سے گزری ہوگی، لیکن ضروری نہیں ہے کہ جو چیز بار بار نظر کے سامنے آئے، اس پر آدمی غور بھی کرے، آپ سڑکوں پر سے گزرتے ہیں، سائن بورڈ برسوں سے لگے ہوئے ہیں، آپ کی نظر بھی پڑتی ہے، لیکن آپ خود سوچیے کہ آپ نے کتنی بار غور سے پڑھا اور آپ کو یاد رہا، اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ جس سڑک سے گزر کر آتے ہیں، اس کے اہم اہم سائن بورڈ کس چیز کے ہیں تو کم لوگ بتاسکیں گے۔

یہ آیت بڑی چونکا دینے والی ہے اور ایسی ہے کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہو کہ بار بار جو چیز سامنے ہوتی ہے، اس پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے، وہ روز کی چیزوں میں سے سمجھی جانے لگتی ہے تو میں عرض کرتا اور اصرار کرتا کہ یہ آیت جلی حروف سے لکھوا کر دیواروں پر لگوادی جائے، مسجدوں میں بھی آویزاں کردی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {یا ایھا الذین آمنوا}۔۔۔۔اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے ہو، یہ ''آمنوا'' ماضی کا صیغہ ہے، ہر لفظ پر غور کیجئے، قرآن مجید کا کوئی لفظ اتفاقی یا بھرتی کا نہیں ہوتا، یہ کوئی شاعر نہیں ''ایھا المؤمنون'' کہا جاسکتا ہے، ''ایھا المسلمون'' کہا جاسکتا ہے، اے مسلمانو! اے جماعت مؤمنین! لیکن فرمایا: ''یا ایھا الذین آمنوا'' اے وہ لوگو! جو خود ایمان لاچکے ہو: ''قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ'' بچاؤ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے متعلقین کو، اپنے ماتحتوں کو آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس آیت کے مخاطب مسلمان تھے، وہ صحابہ کرام تھے، جو قرآن مجید کے نزول کے وقت موجود تھے، وہ اولین مخاطب تھے، یوں قیامت تک کی تمام مسلمان نسلیں اور جو بھی پیدا ہو اور اپنے کو مسلمان کہے، وہ سب مخاطب ہیں لیکن پہلے مخاطب اس کے وہ لوگ تھے، جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لاچکے تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تھا، جن کو شرف صحابیت حاصل تھا اور اس میں یقیناً وہ لوگ بھی تھے جو بیعت رضوان میں شریک رہے ہوں گے، جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے جان دینے پر بیعت کی تھی اور جن کے متعلق ارشاد ہے:

{لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحاً قَرِیْباً}

''(اے پیغمبر ﷺ) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔''

جن کو یہ انعام ملا تھا اور جن کو قیامت تک کے لیے سند دی گئی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا، ایسے سند یافتہ اور بلند مرتبہ لوگ بھی اس آیت کے مخاطب ہیں، جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے اور عشرہ مبشرہ بھی اس میں یقیناً شامل ہیں اور کبار صحابہ بھی اس میں شامل ہیں اور بدر اور احد کے ''زندہ شہید'' بھی مخاطب ہیں۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر اپنے بچوں اور اپنے گھر والوں کو آگ میں جھونکتا ہے، آگ میں گھسنے دیتا ہے؟ اس کا کیا مطلب

www.DarulQurra.edu.pk

کہ اللہ کہتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو خود ایمان لا چکے ہو، اب تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو بچاؤ، اپنے گھر والوں کو بچاؤ دوزخ کی آگ سے، کیا کوئی واقعہ آپ نے سیرت میں ایسا پڑھا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے (معاذ اللہ) ارادہ کیا تھا کہ اپنے بچوں کو آگ کے حوالے کر دیں، یا بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے اور صحابہ کرامؓ اور اس وقت کے مسلمان خاموش بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور اس صورت حال پر راضی تھے، کیا ایسا کوئی واقعہ آپ کی نظر سے گزرا ہے؟ تو کیا بے ضرورت یہ بات کہی گئی ہے کہ اے وہ لوگو! جو خود ایمان لا چکے ہو، تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، یہ کون سی آگ تھی؟ کیا اس آیت کا مطلب اس کے سوا اور کچھ ہو سکتا ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنے گھر والوں کو ایسی چیزوں سے، بچاؤ، جو آگ تک لے جانے والی ہیں، جن کا انجام یہ ہونے والا ہے کہ دوزخ میں جائیں، ورنہ وہ کون سے انسان ہیں جو اپنے بچوں کو آگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں اور ان کو روک نہ لیں؟ خطرہ صرف اس بات کا ہے کہ آدمی یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے نتیجے میں جلنا ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ایسے اسباب سے بچاؤ جو دوزخ کی آگ تک پہنچانے والے ہیں، اس کو فقہ کی زبان میں ''اسباب مئودیہ'' کہتے ہیں، یعنی وہ اسباب جو کسی نتیجے تک پہنچانے والے ہوں، فقہاء کے نزدیک وہ بھی نتائج کے حکم میں داخل ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایسی دوا دے رہا ہے، جس کے نتیجے میں موت ہوتی ہے، چاہے وہ دیر سے ہو، یہ عمل قتل ہی کے مترادف ہے اس لئے کہ اس نے وہ سبب اختیار کیا جس کے نتیجے میں موت آنا یقینی ہے تو قانون بھی اس کو قاتل کہے گا، حکیم صاحبان، ڈاکٹر صاحبان بھی اس کو قاتل ہی سمجھیں گے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک پہنچا دینے والی ہیں۔

اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ صورت حال اس وقت یہی ہے، بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا، بچوں کو اس ماحول کے بالکل حوالے کر دینا اور ان کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا جو اس بات کا نہ مکلّف ہے، نہ اس بات کا مدعی، نہ اس بات کا اہل کہ وہ بچوں کو وہ تعلیم دے گا، جس پر نجات موقوف ہے، پیغمبروں کی لائی ہوئی وہ تعلیم جس سے ناواقفیت کے نتیجے میں ایمان کا خطرہ ہے اور، آخرت کی ہلاکت ہے، تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بات کو بچے کے لئے کیسے گوارا کیا جا رہا ہے؟ موجودہ تعلیمی نظام صرف لادینی نہیں، وہ ایک مثبت نظام تعلیم ہے، ہندو دیو مالا اس میں شامل ہے، انگریزوں کے زمانے میں انگریزی پڑھی جاتی تھی، اس وقت زبان سکھانے والی ابتدائی کتابوں سے نہ کسی کے عقیدہ پر اثر پڑتا تھا نہ کسی عہد نہ کسی مخلوق کا تقدس پیدا ہوتا تھا اور نہ اس کائنات میں کسی مخلوق کا تصرف و اختیار معلوم ہوتا تھا، اس وقت بھیڑیئے، چیتے، بندر اور لومڑی اور بلی، کتے کے قصے بچے پڑھتے تھے، ویسے ہی گھر آتے تھے، جیسے جاتے تھے، لیکن اب صورت حال یہ نہیں ہے، سرکاری نصابی کتابوں میں عقیدہ پر اثر ڈالنے والے اسباق، قصے کہانیاں اور مضامین ہوتے ہیں اور جو کسر کتابوں میں رہ جاتی ہے، وہ ماسٹر صاحبان پوری کرتے ہیں، بچوں کو کچھ اجتماعی کام ایسے کرنے پڑتے ہیں، جو اسلام کے عقیدہ توحید کے منافی ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ڈھلوان راستہ ہو، جس پر پاؤں بھی نہ جمتے ہوں، اس پر کوئی بچہ سائیکل پر بیٹھا ہوا جا رہا ہو، آگے کھائی ہو سائیکل کا بریک بھی کام نہ کرتا ہو، باپ دیکھ رہا ہے کہ بچہ سائیکل پر بیٹھا ہے اور اس سے بھی واقف ہے کہ بریک نہیں ہے، اس سے بھی واقف ہے کہ کوئی اور ترکیب نہیں کہ وہ سائیکل پر جاتے ہوئے کھائی سے بچ سکے گا تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس باپ نے جانتے بوجھتے اپنے بچے کو کھائی میں گرنے دیا، کیا کوئی صاحب اس سے انکار کر سکتے ہیں؟؟

اگر اس سے انکار نہیں کر سکتے تو اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ موجودہ نظام تعلیم سے بچے کا ایمان کیسے سلامت رہے گا، اگر خارجی و اضافی دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے (جس کو سائیکل میں بریک کا قائم مقام کہا جا سکتا ہے) جس میں تحفظ کا انتظام ہے کہ اسکول میں بچہ جو کچھ پڑھ کر آتا ہے، اس کی اصلاح کی جاتی ہے اور اگر اس کو کوئی ایمانی توحیدی ڈوز (Dose) دیا جاتا ہے، اگر صبح یا شام کے دینی مکتب ہیں، تعلیمی حلقے ہیں، گھر کا ماحول دینی ہے، تب تو یہ کسی درجہ میں بریک کے قائم مقام ہیں اور اگر ایسا نہیں تو آپ نے گویا اپنے بچوں کے کان میں کہہ دیا ہے کہ ''اسکول کی ہر بات مان لینا'' یہ کان میں

کہنے ہی کے مترادف ہے کہ آپ نے بچے کا نام کسی اسکول میں لکھایا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں کیا، گویا آپ نے اپنے بچوں کو ایک طرح کی ترغیب دی ہے کہ وہ ہر غیر اسلامی بات مانتا چلا جائے، اب اگر وہ دینی کتابیں نہیں پڑھ سکتا، نہ محلہ میں کسی مکتب کا انتظام ہے تو آپ بتائیے کہ کیا آپ ”قوا انفسکم و اھلیکم نارا“ کے مخاطب نہیں ہیں؟

لکھنؤ کے ایک زنانہ جلسے میں خواتین کی بڑی تعداد تھی، میں نے کہا: ایک ماں کا قصہ آپ کو سناتا ہوں، ایک تعلیم یافتہ خاتون ایک دعوت میں شریک تھیں، بیبیوں نے دیکھا کہ وہ کچھ بے چین اور متفکر سی ہیں، باتوں میں ان کا دل نہیں لگ رہا ہے، ان کی عزیز بیبیاں اور سہیلیاں سب بیٹھی دلچسپی کی باتیں کر رہی ہیں، بہت دنوں کے بعد وہ اکٹھا ہوئی تھیں۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس خاتون کے دل میں اندرونی تکلیف ہے؟ بہت پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں، میں گھر میں ماچس کی ڈبیا چھپانا بھول گئی، بچہ وہاں ہے، مجھے یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہیں وہ اس میں سے تیلی نکال لے اور مسالہ سے رگڑ کر اپنے کپڑوں میں آگ لگالے، بیبیوں نے پوچھا، اللہ رکھے، بچے کی کیا عمر ہے؟ خاتون نے جواب دیا: یہی دو سال کی! خیال کیجئے، بچہ ماچس کے بکس کو کھولنا جانتا ہے اور کھولے گا تو الٹی تیلی رگڑے گا یا سیدھی رگڑے گا، جدھر مسالہ ہے مگر: ”عشق است و ہزار بدگمانی“

محبت یہ سب چیزیں پیدا کر دیتی ہے، وہ چونکہ ماں ہیں، اللہ نے مامتا دی ہے، محبت دی ہے بچہ کی، اس لئے وہ باتیں جو بہت بعید از قیاس ہیں اور کہیں برسوں میں ہوتی ہیں، سب ان کے سامنے نقشہ کی طرح ہیں، بچہ کھیلتے وہاں پہنچا، ماچس کی ڈبیا اٹھائی اس کو کھولا، اس نے کبھی دیکھا تھا، اپنی بڑی بہن کو یا بھائی کو کس طرح اس سے کام لیا جاتا ہے، اس نے اس کی نقل کی اور اپنے کپڑوں میں آگ لگالی، جب گھر گئے تو معلوم ہوا کہ (خدانخواستہ) یہ واقعہ پیش آیا، اتنے دور کے احتمالات کی وجہ سے وہ بی بی وہاں اس طرح بے چین نظر آتی تھیں کہ جیسے کوئی آدمی دہکتے ہوئے گرم پتھر پر کھڑا ہو یا کوئی کانٹوں پر بیٹھا ہوا ہو۔کیا دین کے منافی ماحول میں دین و ایمان سے محروم ہو جانے کے احتمالات، جانی خطرات کے احتمالات سے زیادہ قوی نہیں ہیں؟ جو اس چاہنے والی ماں کے دل میں پیدا ہوئے؟ ہمارے بچے جو پڑھ رہے ہیں، جن کو آپ نے ایک دن نہیں بتایا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے کوئی انتظام اپنے شہر یا محلہ میں دینی مکاتب کا نہیں کیا، جہاں بچے پڑھ کر واپس آ کر سکولوں میں جاتے اور اپنا ایمان بچانے کے قابل ہو جاتے، نہ گھروں میں وہ ماحول، نہ محلہ اور بستی میں یہ فضا، اسکولوں کو میں کیا کہوں، میں عربی مدارس کا آدمی ہوں، وہاں یہ حالت ہے کہ جو بچے آرہے ہیں۔وہ بھی ایسی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں، جن کا ہمارے بچپن میں خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی مسلمان بچہ ان سے ناواقف ہوگا۔

ایسی صورت حال کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نسل دین سے بالکل نا آشنا ہوگی، اردو پڑھ نہیں سکے گی، آج یہ حالت ہو رہی ہے کہ ایک بڑے طبیہ کالج کے جس کی ایک تاریخ ہے، ایک طالب علم سے کوئی مضمون لکھوانا تھا یا خط لکھوانا تھا، تو سوچا کہ یہ صاحب تو طب کی کتابیں پڑھتے ہیں، جو عام طور پر عربی، فارسی میں ہیں، بہت نیچے اتر یئے تو اردو میں ہیں، ان سے کہا، آپ لکھیے وہ لکھتے رہے، لوگ سمجھتے رہے کہ لکھ لیا، دیکھا تو وہ ہندی میں تھا، ان سے کہا گیا کہ آپ یونانی طب پڑھتے ہیں اور لکھ نہیں سکتے؟ انہوں نے کہا، ہمیں تو یہی پڑھایا گیا ہے، تو ایک ایسی نسل کے تیار ہونے کا محض اندیشہ نہیں مشاہدہ میں آرہا ہے، دین کی بنیادی چیزوں سے ناواقف، بنیادی عقائد سے ناواقف، اللہ و رسول کا ہمارے دل و دماغ میں جو عقیدہ بسا ہوا ہے اس پر تقریر کرنی ہے، اسلامیہ اسکول کالج ہے جامعہ ہے اور ایک مسلمان نوجوان طالب علم کو کسی نے سیرت کا مضمون دیا وہ ہندی یا انگریزی میں لکھ کر لایا اور اردو میں پڑھا، الفاظ اردو اور رسم الخط ہندی یا انگریزی اور یہ رسم الخط تو وہ چیز ہے کہ ”آرنلڈ ٹوائن بی“ جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی مورخ ہے، کہتا ہے اس قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور پھر جس طرف چاہو۔لے جاؤ“۔جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے کلچر سے ملاتی ہے، وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا نسل بدل گئی، آج پاکستان ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے، فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے آج سے ساٹھ برس پہلے اکبر مرحوم نے کہا

www.DarulQurra.edu.pk

تھا:

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے۔یہی حال پاکستان میں تعلیم کا انگریزی زبان میں منتقل کرنے کا ہے رہی سہی کسر این جی اوز کے ذریعے اور امریکن و برطانوی ماہرین تعلیم کی نگرانی میں نکالی جارہی ہے سکس تک کو چھوٹے معصوم بچوں سے شروع کرنے کی سر توڑ کوششیں ہورہی ہیں۔ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی ہے،ذرا دیر لگے گی،تیس برس،چالیس برس میں خود ایک ایسی نسل تیار ہوجائے گی،جس کے نزدیک کفر وایمان کا فرق،توحید وشرک کا فرق،عقائد ومذاہب کا فرق،سب بے معنی باتیں ہوجائیں گی،بھارت میں کچھ مسلمان ماں باپ اس ڈر سے کہ ہمارے بچے کا کیریئر خراب ہوجائے گا،اس کی مادری زبان اردو نہیں لکھاتے،اس کی دینیات کی تعلیم کا انتظام نہیں کرتے،بھلا ایمان کے ساتھ یہ بات جمع ہوسکتی ہے؟مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے بچے کی تقدیر میں اسلام نہیں ہے یا یہ خدانخواستہ مسلمان نہیں رہے گا تو دعا کرے کہ اللہ اس کو خیر وعافیت سے اٹھالے یہ مسلمان کی شان ہے☆اسلام کی جب تجھ کو فضا راس نہ آئے☆اے میرے وطن تجھکو کوئی آگ لگا☆

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ اور اپنے زمانہ کی ایک بڑی شاعرہ خاتون ہیں،وہ بڑا دردمند دل رکھتی ہیں،انہوں نے ساری عمر اپنے دو بھائیوں کے مرثیے کہے،جوان کو داغ مفارقت دے گئے تھے،کہا جاسکتا ہے کہ کسی زبان میں عورت کے کہے ہوئے مرثیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں جو انہوں نے اپنے بھائیوں کی یادگار چھوڑا ہے،ان کا پورا دیوان صرف بھائیوں کے مرثیے سے بھرا ہوا ہے،ایسا دردمند دل رکھنے والی خاتون ایک معرکہ جہاد میں اپنے ایک بیٹے کو بلاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹا جاؤ،تم کو میں نے اسی دن کے لئے پالا تھا،جاؤ اللہ کے راستے میں جان دے دو،پھر دوسرے بیٹے کو بلاتی ہیں،تیسرے کو بلاتی ہیں اور جب سب کی شہادت کی خبر آتی ہے تو کہتی ہے:"الحمد اللّٰہ الذی أکرمنی بشهادتهم"۔۔۔۔اس خدا کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت کے ذریعہ میری عزت بڑھائی،یہ ایمان کی شان ہے کہ اسلام پر سب کچھ قربان،(بشکریہ ماہنامہ فاق المدارس)

☆اولاد پر خرچ کرنا صدقه هے☆

حضرت ابومسعود البدری ؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ نَفَقَۃً یَحْتَسِبُھَا فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ (متفق علیه)

"جب کوئی شخص محض خدا کو خوش کرنے اور آخرت میں اجر پانے کے لیے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ (خدا کی نظر میں) صدقہ قرار پاتا ہے"۔

احتساب کے ساتھ کسی عمل کو کرنے کے معنی یہ ہیں کہ محض خدا کی رضا اور آخرت کے اجر کیلئے عمل کیا جائے اور کوئی جذبہ نہ ہو۔

☆بچوں کی کفالت سے غفلت سنگین گناہ☆

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضِیْعَ مَنْ یَّقُوْتُ۔(ابوداود)

"نبی ﷺ نے فرمایا۔آدمی کے گناہگار ہونے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کردے جن کو وہ کھلاتا پلاتا ہے۔"یعنی جن کا نفقہ اسکے ذمہ ہے

آدمی جن لوگوں کا کفیل بنایا گیا ہے ان کی کفالت سے غفلت برتنا اور ان کو ضائع کردینا ایسا سنگین جرم ہے کہ تنہا یہی جرم اس کو خدا کا نافرمان اور گناہگار قرار دینے کیلئے کافی ہے۔اس غفلت اور کوتاہی کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

www.DarulQurra.edu.pk

یہ کہ وہ نمود ونمائش میں تو خوب خرچ کر رہا ہو لیکن اہل وعیال کے حقوق سے غافل ہو۔

یہ کہ خود تو داد عیش دے رہا ہو اور اولاد فاقہ مستی میں مبتلا ہو۔

یہ کہ دین کی صحیح سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا مال ومتاع دوسرے خیر کے کاموں میں لگا رہا ہو اور اہل وعیال کی ضروریات سے غفلت برت رہا ہو۔ یہ کہ اولاد موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا ہو اور وہ بے حس ہاتھ پیر ہلانے اور کچھ کرنے کیلئے تیار ہی نہ ہو۔

☆وہ خرچ جس کا اجر سب سے بڑھ کر ہے ☆

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰہ عنہ، قَالَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِکَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا اَلَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِکَ۔

(صحیح مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا۔ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے خدا کی راہ میں خرچ کی ،ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرانے کیلئے خرچ کی ،ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غریب کو صدقہ میں دی ،اور ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کی ۔ان میں سب سے بڑا اجر اس اشرفی کا ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کی۔''

☆بیٹی ماں باپ کی جنت ☆

اگر خدا نے آپ کو بیٹی کی ماں یا بیٹی کا باپ بنایا ہے تو آپ بڑے ہی خوش نصیب ہیں ،خدا نے آپ کی جنت آپ کی نگرانی میں دے دی ہے۔اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس جنت کی حفاظت کریں یا اسے ضائع کردیں۔رسول اللہ ﷺ نے یقین کی پوری قوت کے ساتھ یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر آپ نے بیٹی کی پرورش کا حق ادا کیا تو آپ کیلئے جنت واجب ہوگئی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے، کہتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ کَانَ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ یُؤْوِیْهِنَّ وَیَکْفِیْهِنَّ وَیَرْحَمُهُنَّ فَقَدْ وَجَبَ لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَعْضِ الْقَوْمِ وَثِنْتَیْنِ یَارَسُوْلَ اللّٰہ قَالَ وَثِنْتَیْنِ۔(الادب المفرض)

''جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں ،وہ تینوں کو اپنی سرپرستی میں رکھے ،ان کی ضرورت پوری کرے اور ان پر رحم کھائے تو اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔کسی قبیلے کے ایک آدمی نے پوچھا اور اگر دو بیٹیاں ہوں یارسول اللہ ﷺ! فرمایا دو ہوں (تب بھی یہی اجر ہے)''

☆لخت جگر کو زندہ درگور کرنے کا حسرتناک واقعہ ☆

قبیلہ بنو تمیم میں بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا ظالمانہ رواج کچھ زیادہ تھا۔اس قبیلے کے سردار قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے اپنی معصوم بچی کو اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کرنے کا حسرتناک واقعہ سناتے ہوئے کہا۔

''یارسول اللہ ﷺ! میں گھر سے باہر سفر پر گیا ہوا تھا۔میرے بعد میرے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی ،میں گھر میں ہوتا تو اس کی آواز سنتے ہی اس کو مٹی میں دبا کر ہمیشہ کیلئے خاموش کردیتا ،ماں اس کو جیسے تیسے چند دن تک پالتی رہی ،مگر چند دن پالنے کی وجہ سے ماں کی مامتا نے کچھ ایسا جوش مارا کہ وہ اس

www.DarulQurra.edu.pk

تصور ہی سے لرز اٹھتی کہ باپ آ کر اس فرشتے کو مٹی میں زندہ دبا دے گا، چنانچہ میرے ڈر سے اس نے اپنی پیاری بچی کو اس کی خالہ کے یہاں بھیج دیا کہ وہاں پرورش پا کر جب بڑی ہو جائے گی تو باپ کو بھی رحم آ جائے گا، میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے یہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا، اور بات آئی گئی ہوگئی، بچی اپنی خالہ کے زیر سایہ پلتی رہی یہاں تک کہ کافی بڑی ہوگئی۔ خدا کا کرنا کسی ضرورت سے میں ایک دن گھر سے باہر گیا۔ ماں نے یہ سوچا کہ آج بچی کا باپ گھر پر نہیں ہے، کیوں نہ اس کو بلالوں اور ماں نے اس کو بلالیا۔ شامت اعمال کچھ دیر کے بعد میں بھی پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت ہی خوبصوت بنی سنوری پیاری بچی گھر میں ادھر سے ادھر دوڑتی پھر رہی ہے، میرے دل میں ایک انجانی محبت نے جوش مارا۔ بیوی نے بھی میری نگاہوں کا اندازہ دیکھ کر بھانپ لیا کہ پدری محبت جاگ اٹھی ہے اور خون کا اثر رنگ لے آیا ہے۔ میں نے بیوی سے پوچھا نیک بخت! یہ کس کی بچی ہے ، بڑی پیاری بچی ہے!

اور بیوی نے سارا قصہ سنا دیا، میں نے بے اختیار بچی کو گلے سے لگالیا۔ ماں نے اسے بتایا کہ یہ تیرے باپ ہیں اور وہ مجھ سے چمٹ گئی۔ باپ کا پیار پا کر وہ تو کچھ ایسی خوش ہوئی کہ ابا ابا کہتے اس کا منہ سوکھتا تھا، اور جب وہ ابا ابا کہہ کر میرے پاس دوڑ کر آتی، تو میں اسے گلے لگا کر عجیب سکون سا محسوس کرتا۔

اسی طرح دن گزرتے رہے، اور لڑکی پیار و محبت کے سائے میں ہر فکر سے بے پروا پرورش پاتی رہی، مگر اس کو دیکھ دیکھ کر کبھی کبھی میں سوچتا، اس کی وجہ سے مجھے داماد والا بننا پڑے گا، مجھے یہ ذلت بھی برداشت کرنا ہوگی کہ میری لڑکی کسی کی بیوی بنے، میں لوگوں کو کیسے منہ دکھاؤں گا، میری تو ساری عزت خاک میں مل جائے گی، اور آخر کار میری غیرت نے مجھے جھنجھوڑا، میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اور میں نے طے کر لیا کہ اس ذلت کے سامان کو میں دفن کر کے ہی دم لوں گا، اور میں نے اپنی بیوی سے کہا بچی کو تیار کر دو، ایک دعوت میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ بیوی نے اس کو نہلا یا دھلا یا، صاف ستھرے کپڑے پہنا ئے اور بنا سنوار کر تیار کر دیا، بچی بھی خوشی سے چہک رہی تھی کہ اپنے ابا جان کے ساتھ جا رہی ہے اور میں اسے لے کر ایک سنسان جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ بچی کودتی پھاندتی، خوش خوش میرے ساتھ چل رہی تھی، اور مجھ سنگ دل پر یہ جنون سوار تھا کہ جلد اس شرم کی پوٹلی کو مٹی میں دبا دوں بچی کو کیا خبر تھی ،معصوم بچی خوشی میں کبھی میرا ہاتھ پکڑتی، کبھی مجھ سے آگے آگے دوڑتی، کبھی پیاری زبان میں باتین کرتی یہاں تک کہ میں ایک جگہ جا کر رک گیا۔ پھر میں نے زمین میں گڑھا کھودنا شروع کیا۔ بچی حیران تھی کہ ابا جان یہاں سنسان جنگل میں یہ گڑھا کیوں کھود رہے ہیں، اسے کیا خبر تھی ظالم باپ اس چہکتی پھول سی بچی کے لیے ہی قبر کھود رہا ہے تا کہ ہمیشہ کیلئے اسے خاموش کر دے۔ گڑھا کھودتے ہوئے جب میرے پیروں اور کپڑوں پر مٹی آتی، تو معصوم بچی اپنے چھوٹے چھوٹے، پیارے اور نازک ہاتھوں سے مٹی جھاڑتی، اور توتلی زبان میں کہتی، ابا جان آپ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔ جب میں نے گہرا گڑھا کھود لیا تو ایک دم اس بے گناہ، ہنستی کھیلتی بچی کو اٹھا کے گڑھے میں پھینک دیا اور جلدی جلدی اس پر مٹی ڈالنے لگا، بچی مجھے حسرت سے دیکھتے ہوئے چیختی رہی، ابا جان، میرے ابا جان، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ابا میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا ہے، ابا آپ مجھے کیوں مٹی میں دبائے جا رہے ہیں؟ اور میں بہرا، اندھا اور گونگا بنا اپنا کام کرتا رہا۔ یارسول اللہؐ! مجھ سنگدل اور ظالم کو ذرا بھی تو رحم نہ آیا۔ اور بچی کو زندہ دفن کرنے میں اطمینان کی سانس لیتا ہوا واپس آ گیا۔'' معصوم بچی کی مظلومیت، بے بسی کا یہ حسرت ناک واقعہ سن کر رحمت عالم ﷺ کا دل بھر آیا، آنکھوں سے ٹپاٹپ آنسو رواں ہو گئے۔ آپ ﷺ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے، ''یہ انتہائی سنگدلی ہے، جو انسان دوسروں پر رحم نہیں کھاتا خدا اس پر کیسے رحم کھائے گا۔

☆ عبرت ناک آپ بیتی ☆

نبی ﷺ کے سامنے ایک صاحب نے اپنے زمانہ جاہلیت کی آپ بیتی سنائی اور اس کا حسرتناک نقشہ کچھ اس طرح کھینچا کہ نبی ﷺ بے قرار ہو گئے۔

''یارسول اللہؐ! ہم لوگ ناواقف تھے، ہمیں کچھ خبر نہ تھی، پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے، اور اپنی پیاری اولاد کو خود اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ یارسول اللہؐ! میری ایک بہت ہی پیاری بچی تھی، میں جب بھی اس کو بلاتا، وہ خوش خوش دوڑ کر میرے پاس آتی میں اس کو اپنے ساتھ لے

کر چلا۔ میں آگے آگے تھا اور وہ میرے پیچھے دوڑی چلی آرہی تھی، میرے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ایک گہرا کنواں تھا، جب میں اس کنویں کے پاس پہنچا تو رک گیا۔ لڑکی بھی میرے قریب آگئی، پھر یا رسول اللہؐ! میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑا اور اٹھا کر اس کنویں میں ڈال دیا۔۔۔۔۔۔۔ معصوم بچی کنویں میں سے چیختی رہی اور بڑی ہی درد بھری آواز میں مجھے ابا ابا کہہ کر پکارتی رہی۔۔۔۔۔۔۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہی اس کی زندگی کی آخری آواز تھی۔''

خدا کے رسول ﷺ نے یہ درد بھری داستان سنی تو دل بھر آیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ایک صحابیؓ نے ان کو برا بھلا کہا کہ تم نے خواہ مخواہ دردناک آپ بیتی سنا کر رسول اللہ ﷺ کو دکھ پہنچایا۔ رسول خداؐ نے سنا تو فرمایا نہیں ان سے کچھ نہ کہو، ان سے کچھ نہ کہو، ان پر جو مصیبت پڑی ہے، یہ اس کا علاج پوچھنے آئے ہیں، اور پھر انہی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہاں میاں ایک بار پھر تم آپ بیتی سناؤ صحابیؓ نے دوبارا اپنی دردناک آپ بیتی سنائی، رسول اللہ ﷺ کا عجیب حال تھا، روتے روتے آپؐ کی داڑھی تر ہوگئی، اور پھر ان سے کہا۔ تم اسلام لے آئے تو اس کی برکت سے زمانہ جاہلیت کے سارے گناہ معاف ہو گئے، جاؤ، اور اب اچھے کام کرو۔'' (مسند دارمی) خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی بے بس بچیاں اس ظلم اور سفاکی کا نشانہ بنیں، اور کتنے دنوں تک بیٹیاں اپنے ماں باپ کے ہاتھوں زندہ دفن ہوتی رہیں اگر چہ اس دور میں بھی کچھ رحم دل، خدا ترس انسان ضرور تھے، جو لڑکیوں کو اس ظلم اور بربریت سے بچانے کیلئے اپنی سی کوشش کرتے رہتے تھے، لیکن یہ انفرادی کوششیں اس ہولناک رسم کو ختم نہ کر سکیں۔

فِرَزْدَق عرب کے مشہور شاعر تھے۔ ان کو اس بات پر بجا فخر تھا کہ ان کے دادا حضرت **صعصعہ** رضی اللہ عنہ نے کتنی ہی لڑکیوں کو اس دور میں زندہ دفن ہونے سے بچایا، جس میں اہل عرب لڑکی کے تصور ہی سے شرم محسوس کرتے تھے، حضرت **صعصعہ** رضی اللہ عنہ خود ہی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

''ایک بار میں اپنی دو گم شدہ اونٹنیوں کی تلاش میں نکلا۔ دور ایک آگ نظر آئی، کبھی اس کے شعلے بھڑک اٹھتے اور کبھی بجھ جاتے۔ میں نے سوچا چل کر دیکھنا چاہئے، ممکن ہے کسی مصیبت زدہ نے جلا رکھی ہو، اور میں اس کے کام آسکا تو ضرور اس کی مصیبت دُور کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ میں نے اونٹ تیز کیا اور تھوڑی ہی دیر میں بنی انمار کے محلے میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا شخص لمبے لمبے بالوں والا اپنے گھر کے سامنے بیٹھا سوگ منا رہا ہے اور بہت ساری عورتیں ایک عورت کو گھیرے میں لئے بیٹھی ہیں جو دردِ زہ میں مبتلا ہے، سلام دعا کے بعد میں نے ان سے معاملے کی نوعیت معلوم کی تو پتہ چلا کہ تین روز سے یہ عورت اس تکلیف میں مبتلا ہے۔ بڑے میاں سے یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ عورتوں کی آواز آئی، بچہ پیدا ہو گیا۔ بوڑھا چلا اٹھا، اگر لڑکا ہوا ہے تو خیر اور اگر لڑکی ہے تو میں اس کی آواز نہیں سننا چاہتا، میں اسی دم اسے مار ڈالوں گا۔ میں نے بڑی لجاجت سے بڑے میاں سے کہا شیخ! ایسا نہیں کیجئے، آپ ہی کی بیٹی ہے، رہا روزی کا سوال تو اس کو روزی دینے والا اللہ ہے۔ بوڑھا پھر گرجا نہیں میں اس کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا، میں اس کو قتل کر کے ہی دم لوں گا، میں نے نرمی سے پھر اصرار کیا تو اس نے ذرا تیور بدل کر کہا تم اگر ایسے ہی رحم دل ہو تو اس کی قیمت دو اور لے جا کر پال لو، میں نے بے تامل کہا ہاں، میں خریدنے کیلئے تیار ہوں، اور میں بچی کو خرید کر خوشی خوشی لوٹ آیا، اور میں نے خدا سے عہد کیا کہ اس بچی کو شفقت و محبت سے پالوں گا، اور میں نے خدا سے یہ بھی عہد کیا کہ جب بھی کوئی سنگدل کسی معصوم بچی کو مار ڈالنے کا ارادہ کرے گا، میں ہرگز اس کو ایسا نہ کرنے دوں گا، قیمت دے کر اس بچی کو حاصل کروں گا، نہایت پیار و محبت کے ساتھ اس کی پرورش کروں گا پھر یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ خدا نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، اس وقت تک میں چورانوے ۹۴ بچیوں کو ظالم باپوں کے چنگل سے بچا چکا تھا، اور پھر تو نبی ﷺ نے اس لعنت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔

اسلام نے قتل اولاد کی تمام ظالمانہ رسموں سے اپنے معاشرے کو پاک کیا اور خدا کے پیارے بندوں کی پہچان یہ بتائی کہ وہ اولاد کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ پروردگار ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ۔

''اور (رحمن کے بندے) وہ ہیں جو کہتے ہیں، ہمارے رب، ہماری بیویوں کو اور ہماری اولاد کو ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔''

www.DarulQurra.edu.pk

☆ایک سبق آموز واقعہ ☆

مولنا محمد یوسف اصلاحی فرماتے ہیں۔میں نے ایک سمجھدار نوجوان سے پوچھا، والدین کے ساتھ آپ کے تعلق وسلوک میں وہ جوش محسوس نہیں ہوتا جس کی آپ جیسے شخص سے توقع ہوتی ہے۔نوجوان نے ایک سرد آہ بھری اور پھر اپنی سبق آموز آپ بیتی سناتے ہوتے اپنے بچپن کے عجیب وغریب احساسات کا ذکر اس طرح کیا۔''میرے والد خدا انہیں خوش رکھے نہایت ہی سخت مزاج ،سخت گیر اور جلاّد قسم کے انسان ہیں،بچپن میں ان کے قہر وغضب اور سختی سے ہر وقت لرزہ براندام رہتا۔میں رات کو سوتا تو صبح کو اٹھنے کے لیے دل میں کوئی ولولہ نہ ہوتا۔اور صبح کو اٹھتا تو ان کے سامنے آنے سے کترا تا رہتا اور یہ آرزو ہوتی کہ کاش آج کا دن سکون سے گزر جائے اور یک دن تو ایسا ہو، کہ مجھے ڈانٹ پھٹکار نہ سننا پڑے،اور میں مار پیٹ سے بچ جاؤں اگر کبھی دن کا بڑا حصہ سکون سے گزر جاتا تو میں بڑا خوش ہوتا کہ آج بڑا مبارک دن ہے۔میں بچ گیا،لیکن شام ہوتے ہوتے میری خوشی خاک میں مل جاتی۔

والد صاحب سفر پر بھی جاتے رہتے،اور جب مجھے معلوم ہوتا کہ ان کی واپسی کی تاریخ قریب ہے تو مجھے غم ہوتا۔ہاں کبھی یہ سوچ کر کہ باہر سے ضرور کوئی کھانے پینے کی چیز بھی لائیں گے،اس خوشی میں ان کا انتظار بھی کرتا۔

والد صاحب کا یہ قہر وغضب اور بے مہری دیکھ کر میں یہی سوچا کرتا کہ باپ ایسے ہی سخت مزاج ،سخت گیر اور قہر وغضب والے ہوتے ہیں۔اور جب کسی شخص کو اپنے باپ سے زیادہ تندرست اور طاقتور دیکھتا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا کہ یہ نہایت بہادر اور غصے والے ہیں تو میرے رنج اور دکھ کی کوئی انتہا نہ رہتی،میں سوچتا ان کے بچوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔وہ تو زندگی سے بیزار ہوں گے، ہر وقت ڈانٹ پھٹکار سنتے اور مار پیٹ سہتے ہوں گے۔اور بعض اوقات میں واقعی رو پڑتا۔اور جب کسی کے باپ کو دیکھتا کہ نہایت ہی کمزور، بیمار یا معذور ہیں اور بہت ہی نرم خو اور مسکین طبع ہیں تو اس بچے کی خوش قسمتی پر رشک کرتا اور سوچا کرتا کہ کاش میرے والد بھی ایسے ہی کمزور، مسکین طبع اور نرم مزاج ہوتے۔''

☆والدین کی بد سلوکی کے بُرے نتائج ☆

والدین کی بدسلوکی کا برا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے بچے اخلاقی اعتبار سے انتہائی پست ہوتے ہیں،اور وہ ان اخلاقی جوہروں سے بالعموم محروم ہوتے ہیں جن کی بدولت کوئی انسان دنیا یا دین کیلئے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیتا ہے۔وہ خود اعتمادی ، جرأت ، ہمت ، حوصلہ ،خودداری ،عظمت ، استقلال ،خوش اخلاقی ، خوش مزاجی اور خوش کلامی وغیرہ اخلاقی فضائل سے محروم ہوتے ہیں۔اس کے بجائے وہ جھنجھلاہٹ ،تنگ نظری ،کم ظرفی ، احساس کمتری ،بخل ،تنگ دلی اور غرور ریا جیسے رذائل اخلاق کا شکار ہوتے ہیں، وہ اکثر اپنے وجود کو نہایت حقیر ، بے مصرف اور نکما سمجھتے ہیں اور اپنے اس عیب کو چھپانے کیلئے اپنی برتری اور بڑائی کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔

اگر آپ واقعی اولاد کے بہی خواہ ہیں،تو ان کا حق ادا کیجئے اور ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیجئے جیسے سلوک کی آپ خود ان سے توقع کرتے ہیں۔اس وقت آپ اولاد جیسی نعمت کی خیر و برکت کو دیکھ اور محسوس کر سکیں گے۔اور اولاد کے دل کی گہرائیوں سے آپ کیلئے یہ دعا نکل سکے گی۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ہ (بنی اسرائیل ۲۴)

''پروردگار! ہمارے ماں باپ پر رحم فرما، جس طرح بچپن میں انہوں نے مہربانی اور شفقت کے ساتھ ہماری پرورش کی تھی۔''

☆بچیاں قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے آڑ ہونگی ☆

عَن عَائشَةَ ﷺ قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَاۃٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ نَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَاَنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا

www.DarulQurra.edu.pk

www.DarulQurra.edu.pk

فَأَخْبَرْتُ، فَقَالَ: مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ (متفق علیه)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میرے پاس ایک عورت اپنی دولڑکیوں کو لیے ہوئے مانگنے کے لیے آئی، اس وقت میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ بس ایک کھجور میں نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں کو آدھی آدھی دے دی اور خود ذرا بھی نہ چکھی پھر اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد جب نبی ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی ان بچیوں کے ذریعے آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائیں گی۔''

☆ اولاد سے سرد مہری اور روکھا پن نبویؐ اخلاق کے منافی ہے ☆

بعض لوگ اولاد کے ساتھ ہنسنے کھیلنے، ان کے ساتھ مشغول رہنے، ان کو گود میں لے کر کھلانے اور ان کو چومنے اور پیار کرنے کو دینداری کے خلاف سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک دینداری اور سنجیدگی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اولاد کے ساتھ ہنسنے بولنے سے پرہیز کرے، اولاد سے الگ تھلگ رہے، ان کے ساتھ گھلنے ملنے کے بجائے بے تعلقی برتے اور اظہار محبت کے بجائے کسی قدر سرد مہری اور روکھے پن کا مظاہرہ کرے، اسلام اس طرز فکر کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ یہ دین کی سوجھ بوجھ اور صحیح فہم سے محرومی کا نتیجہ ہے، اس کے برخلاف نبی ﷺ کی ہدایت اور خود آپؐ کے عمل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اولاد سے پیار و محبت ایک پسندیدہ عمل ہے، اور اس شخص کا دل رحم اور مہربانی سے قطعاً خالی ہے جو اپنی اولاد سے محبت نہیں کرتا۔ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور ان سے پیار و محبت آخرت کی کامرانی کا ذریعہ، اور اس سے محرومی خدا کی رحمت سے محرومی ہے۔

☆ بچوں کی عزت نفس کا خیال ☆

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اولاد کے ساتھ رحم و کرم اور عزت واحترام کا برتاؤ کرو اور ان کو اچھی تعلیم و تربیت دو۔''

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اچھی تعلیم و تربیت کی تاکید کیساتھ یہ تاکید بھی فرمائی کہ ان کے ساتھ اکرام اور عزت کا سلوک کرو اور پھر یہ تاکید ہے کہ ان کو اچھی تعلیم و تربیت دو۔

★قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى★

آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسلمان سب مل کر ایک دوسرے پر رحم کرنے اور دوستی رکھنے اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی طرح ہیں جسم میں ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے اعضا کو چین نہیں پڑتا نیند نہیں آتی بخار چڑھ آتا ہے

★عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ★

آنحضرت ﷺ نے فریا ما جو شخص (دوسروں پر) رحم نہ کرے گا پروردگار بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔

★أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا فَقَالَ الأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَم★

ابو ہریرہؓ نے کہا آنحضرت ﷺ نے امام حسن علیہ السلام کو بوسہ دیا اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابسؓ بیٹھا تھا اس نے کہا میرے تو دس 10 لڑ

کے ہیں میں نے ایک کو بھی کبھی بوسہ نہیں دیا۔ آنحضرت ﷺ نے (کراھت سے (اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا جو شخص رحم نہ کرے اُس پر) خدا کی طرف سے بھی) رحم نہ ہوگا۔

★عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلا أُخْبِرُکُمْ بِأَھْلِ الجَنَّۃِ؟ کُلُّ ضَعِیفٍ مُتَضَاعِفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَأَبَرَّہُ أَلا أُخْبِرُکُمْ بِأَھْلِ النَّارِ؟ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَکْبِرٍ★

آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تم کو بہشتی لوگوں کو بیان کروں، بہشتی وہ لوگ ہیں جو (دنیا میں) کمزور ناتوان (یا گم نام) ہیں اگر اللہ کے بھرُوسے پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ (کو ان کی اتنی خاطر ہے کہ) ان کی قسم سچی کر دے اور میں تم کو دوزخی لوگ بتلاؤں وہ شخص جو اکھڑ سخت مزاج ہو اور بدخُلق مغرور ہو۔

★قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لا یَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ یَھْجُرَ أَخَاہُ فَوْقَ ثَلاثٍ★

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی آدمی کو یہ درست نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کو تین رات سے زیادہ چھوڑ دے یعنی بات چیت بند کر دے اور قطع تعلق کرے۔

★الرَّحِمِ شُجْنَۃٌ فَمَنْ وَّصَلَھَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَھَا قَطَعْتُہٗ★

عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا رشتہ ناطہ اللہ سے جُڑا ہوا ہے جو اُسے جوڑے رکھتا ہے اللہ اُسے جوڑے رکھتا ہے اور جو قطع کرتا ہے اللہ بھی اُس سے قطع تعلق ہو جاتا ہے۔

★اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ تَرَکَہُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّہٖ★

سب سے بُرا آدمی اللہ کے نزدیک قیامت کے دن وہ ہوگا جسکے شر سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔ ★اَلْمُؤْمِنُ ھَیِّنٌ لَیِّنٌ★ مومن نرم خو اور آسان ہوتا ہے ضدی ہٹ دھرم نہیں ہونا۔

★اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ★ اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی وملائمت کو پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند فرماتے ہیں۔ جس سے لوگ گفتگو کرنا پسند نہ کریں اور کنارہ کشی اختیار کریں ☆ عَنِ اتِّقَاءِ فُحْشِہٖ ★ اس کی بے ہودگی بدزبانی اور تندخوئی سے بچنے کی غرض سے۔

★عن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَشْرَ سِنِینَ، فَمَا قَالَ لِی أُفٍّ وَلا لِمَ صَنَعْتَ وَلا أَلَّا صَنَعْتَ ★ انسؓ نے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے دس برس تک آنحضرت ﷺ کی خدمت کی اس مدت میں آپ نے مجھ سے اُف کا کلمہ نہیں فرمایا۔ نہ یہ فرمایا تو نے یہ کام کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔ ★عَنِ الأَسْوَدِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَۃَ مَا کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْنَعُ فِی أَھْلِہِ قَالَتْ: کَانَ فِی مِھْنَۃِ أَھْلِہِ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلاۃُ قَامَ اِلَی الصَّلاۃِ★

اسود نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا آنحضرت ﷺ گھر میں کیا کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے کہا اپنے گھر کے کام کاج کرتے رہتے جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے اٹھتے۔

نبی کریم ﷺ کی ان ھدایات کی روشنی میں اپنے گھروں کا جائزہ بھی لیجئے اور تعلیم وتربیت کے اداروں کا بھی۔ اچھی تعلیم وتربیت کے لیے بنیادی بات یہی ہے کہ ماں باپ اور معلمین بچوں کے ساتھ رحم وکرم سے پیش آئیں اور کوئی بھی ایسی بات نہ کریں، جس سے بچوں کی عزت کو ٹھیس لگے اور ان کی خودداری مجروح ہو۔

☆تعلیم وتربیت کا آغاز☆

شکاگو کے مشہو ماہر تعلیم فرانسس وے لینڈ پارکر بچوں کی تعلیم وتربیت کے موضوع پر لیکچر دے رہے تھے، لیکچر سے فارغ ہوئے تو ایک خاتون نے ان سے پوچھا۔ ''مجھے اپنے بچوں کی تعلیم کا آغاز کب کرنا چاہئے؟'' اُس نے پوچھا'' آپ کے یہاں کب تک بچہ ہونے والا ہے؟'' ''عورت حیران ہوکر بولی۔ ''جناب وہ تو پانچ سال کا ہوچکا۔'' لینڈ پارکر نے کہا'' حد ہوگئی خاتون، آپ یہاں کھڑی باتیں کررہی ہیں۔ آپ پہلے ہی پانچ بہترین سال ضائع کرچکی ہیں۔''

یہ لطیفہ نہیں حقیقت ہے کہ بچہ ہوتے ہی اس کی تعلیم وتربیت کی فکر کرنی چاہئے۔ ابتدائی چندسال تعلیم وتربیت کے لیے انتہائی اہم ہیں۔ اور عام طور پر یہی ابتدائی ایام لاپروائی میں ضائع کردیئے جاتے ہیں پیدا ہوتے ہی بچے کے کان میں اذان واقامت کی بھی یہی حکمت ہے کہ شروع ہی سے خدا کی عظمت اور بڑائی کی آواز اس کے کان میں پہنچے، علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب تحفۃ الودود میں فرماتے ہیں۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے کان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی آواز پہنچے اور جس شہادت کو وہ شعوری طور پر ادا کرنے کے بعد داخل اسلام ہوگا، اس کی تلقین پیدائش کے وقت ہی سے کی جائے۔ جس طرح مرتے وقت اس کو کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔ اذان واقامت کا دوسرا فائدہ اذان سنتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے اور شیطان کی دعوت سے پہلے بچے کو اسلام اور عبادت الٰہی کی دعوت دے دی جاتی ہے۔

بچہ عمر کے ان ابتدائی ایام میں بول نہیں سکتا لیکن محسوس کرتا ہے اور آوازوں سے اثر لیتا ہے، غیر محسوس طور پر وہ ماں کے انداز واطوار سے کچھ سیکھتا ہے، اس لیے ان ایام میں بھی بچے کے سامنے کوئی ناشائستہ بات اور نازیبا حرکت نہ کی جائے۔ اچھی آوازوں اور اچھے بولوں سے اسے مانوس کیا جائے اور اس کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔

☆ بچے کا بامعنی اچھا نام رکھنے کی تاکید محسن انسانیت ﷺ کا فرمان ☆

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہ قالَ قالَ رسولُ اللّٰہ ﷺ اِنّ اَحَبَّ اَسَمَا ئکُمْ اِلیَ اللّٰہ عبداللّٰہ و عبدالرحمن (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ناموں میں سے اللہ جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کے اچھے اچھے نام رکھیں آج کل ناموں کے سلسلہ میں کچھ غلط رواج نکل پڑے ہیں اور اللہ کے اسماء حسنیٰ سے پہلے عبد لگا کر یا حضرات انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء والمعصومین حضرت محمد ﷺ کے مبارک نام آپؐ کے اہل بیت کے نام، اصحاب بدرین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کرامؒ نیز صحابیہ عورتوں اور تابعین عورتوں کے ناموں میں سے نام رکھنے چاہیں۔ دیگر کچھ اور نام بھی جو محدثین، مجاہدین، بزرگان دین یا معنوی اعتبار سے اچھے ہیں

حدیث بالا میں جو عبداللہ اور عبدالرحمن کے پسندیدہ ہونے کا ذکر ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس میں بندے کی عبدیت کا اعلان ہے اور یہ چیز جس میں عبدیت کا اظہار ہو اللہ جل شانہ کو بہت پسندیدہ ہیں (مظاہر حق)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے مبارک نام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا سمّوا باسماء الانبیاء (ابوداؤد) یعنی پیغمبروں کے ناموں پر (اپنے بچوں کے) نام رکھو۔ چنانچہ خود آپؐ نے اپنے صاجزادے کا نام ابراہیم رکھا تھا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے بچوں کے ایسے نام بھی رکھے جو معنوی لحاظ سے اچھے ہوں اگر چہ وہ پیغمبروں کے معروف ناموں میں سے نہیں مثلاً آپؐ نے اپنے صاجزادوں کا نام عبداللہ اور قاسم بھی رکھا۔ چنانچہ ابوالقاسم آپؐ کی کنیت انہی کے انتساب سے تھی۔

www.DarulQurra.edu.pk

اب نام رکھنے سے متعلق چند ایک ہدایات وسنتیں نقل کی جاتی ہیں۔

۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ برے ناموں کو بدل کران کے عوض اچھے نام دکھ دیا کرتے تھے (ترمذی) ایک جماعت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس میں ایک شخص تھا جس کو ’’اصرام‘‘ کہتے تھے آپؐ نے فرمایا (نہیں) بلکہ آج سے تمہارا نام زرعہ ہے۔اس روایت کوابوداوٗد نے نقل کیا ہے۔نیز انہوں نے (بطریق وتخلیق) یہ بھی نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاص،غریز،عتلہ،شیطان،حکم،غراب،حباب اورشہاب ناموں کو بدل دیا تھا۔

۲) بعض لوگ بچے کا نام تجویز کرتے وقت قرآن مجید سے نام کے حروف نکال کراور بچے کے نام کے حروف کے اعداد اور تاریخ پیدائش کے اعداد کو آپس میں ملا کرنام رکھتے ہیں یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں علم الاعداد پر اعتماد کی اجازت نہیں ہے البتہ تاریخی نام رکھنا جس کے ذریعہ سن پیدائش ضبط ہوجائے تو یہ صحیح ہے۔

۳) بعض لوگ پیار واظہار محبت کی غرض سے اپنے بچوں کے اصلی ناموں کے علاوہ ایک اورعرفی نام رکھتے ہیں۔مثلاً محمد اسماعیل عرف پیارو،عبدالرحمن عرف مانی،عبدالقادرعرف صالو،عبدالباسط عرف پپی وغیرہ۔یہ نامناسب بات ہے،

۴) بعض لوگ قرآن مجید کھول کرساتویں سطر کی ابتدا میں جوحرف ہوگا اسی حرف سے نام رکھتے ہیں مثلاً حرف ’’ش‘‘ سے شکیل یا شکیلہ،شمیم الدین یا شیماں رکھتے ہیں۔یہ غلط ہے شرعاً اس کی کوحیثیت نہیں ہے۔

۵) بعض لوگ خوب صورت اشیاء کے نام بھی بچوں کے لیے رکھتے ہیں جیسے،ثریا،قمرمہر،بدر،گلناز،گلاب،شمیم،نسیم،کوثر،تسنیم وغیرہ۔اگرچہ یہ نام برے نہیں مگران سے مذہبی تہذیب واخلاق کی جھلک نظر نہیں آتی۔البتہ ان مفرد ناموں کو مرکب کردیا جائے تو حرج نہیں جیسے نسیم احمد،کوثر احمد،شمیم الدین ،گلاب محمد تسنیم الدین وغیرہ۔

۶) بچیوں کے نام رکھتے ہوئے کسی نام کے آخر میں خاتون،آرا بیگم،سطانہ،بانو بی بی،خانم،وغیرہ لگا سکتے ہیں۔مثلاً امیر خاتون،عائشہ بانو،سائرہ خانم، نورین آراء نشاط،مدیحہ اقبال،نزہیت جمال،حمیرا تسکین وغیرہ۔

۸) بعض لوگ بچیوں کے اچھے ناموں کو بگاڑ کر بولتے ہیں۔مثلاً میمونہ کوممو،مجیداں کومجو،ناجیہ کونجو،تسنیم کوتسی،خورشیدہ کوشیدہ وغیرہ۔اس طرح سے کہہ کر پکارنا غلط ہے۔

۹) بعض بچے اپنی ماں کو بھابھی،باجی یا آپا اور باپ کو بھائی مثلاً کسی کے باپ کا نام معاویہ یا عبداللہ ہے،اسے معاویہ بھائی،عبداللہ بھائی وغیرہ کہہ کر پکارنا یاوڈیرہ وڈیری کہہ کر پکارنا یہ غلط اور والدین کی توہین بھی ہے۔لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے۔

۱۰) بعض لوگ عبدالرحمن،عبدالخالق،عبدالقدوس،ناموں سے لفظ ’’عبد‘‘ جو چھوڑ کرصرف رحمن،خالق،اورقدوس،رزاق،غفار،قادروغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں اس طرح ’’عبد‘‘ کا لفظ ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ دوسروں کا پکارنا حرام اورناجائز ہے۔

۱۱) بعض لوگ اپنی اولاد کے لیے اچھے نام تو رکھتے ہیں مگر مقامی زبان میں اس کا ترجمہ کر کے پکارتے یا لکھتے ہیں جو بالکل مہمل اورغیرضروری حرکت ہے ۔جیسے تامل ناط میں شمس الدین کوکدورن کہہ کر پکارتے ہیں یا عبدالرحمن کو عبدل رگمال تامل لکھتے ہیں۔یہ غلط اورناجائز ہے اورمذہب کی خصوصیات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

۱۲) اگرکسی کا نام محمد عمر،محمد معاویہ یا محمد حسین ہے تو لفظ محمد پر ’’ ؐ ‘‘ کا نشان نہیں لگانا چاہئے کیونکہ یہ اس شخص کے نام کا تبرکا جزٔ ہوتا ہے۔آنحضرت ﷺ کا نام نہیں ہوتا۔

www.DarulQurra.edu.pk

۱۳) بعض لوگ اپنے بچوں کے وہی نام رکھ دیتے ہیں جن مہینوں میں وہ بچے پیدا ہوتے ہیں جیسے رمضانی، شیبانی وغیرہ یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے۔

۱۴) بعض لوگ ستارگان دیکھ کر مثلاً ستارہ عطارد، برج سنبلہ پر نام رکھا جاتا ہے اور پھر پتھر لاجوردی، نیلم، زرقون وغیرہ پہنایا جاتا ہے۔ یہ شرک اور عقیدہ توحید کے خلاف ہے۔ ایک مسلمان کو ان چیزوں پر اعتماد کرنا حرام ہے۔

۱۵) بعض پڑھے لکھے سنجیدہ لوگ بھی غلط ناموں کے عادی ہو گئے ہیں جیسے عبدالمصطفیٰ عبدالحسن، عبدالحسین، عبدالکعبہ، عبدالعثمان جیسے نام عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ (جن کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہی کسی نام کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ جیسے عبداللہ، عبداللہ الرحمن، عبدالغفور، عبدالصبور وغیرہ۔ کیونکہ مذہب اسلام میں اس قسم کے ناموں کو مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے ناموں کا رکھنا بھی باعث خیر و برکت اور شعار ملت ہے۔

۱۶) پرویز نام رکھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ پرویز شاہ ایران کا نام تھا جس نے آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک چاک کر دیا تھا اور ہمارے زمانہ میں مشہور منکر حدیث کا نام بھی پرویز ہی تھا۔ لہٰذا ایسا نام نہیں رکھنا چاہیے۔

۱۷) اولاد کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کے نام اچھے رکھے جائیں۔ لہٰذا اپنی اولاد کا نام غیر اسلامی ہندوؤں، کافروں جیسا نام رکھنا جائز نہیں۔

۱۸) اگر کوئی شخص اپنے نام کے ساتھ کسی لقب یا تخلق کو اختیار کرتا ہے (بشرطیکہ وہ بذات خود غلط ہو) تو یہ جائز ہے۔

۱۹) کنیت کو بطور نام استعمال کرنا صحیح بلکہ بہتر ہے۔ مثلاً ابوبکر، ابوعمر، ابوعبیدہ وغیرہ نام رکھنا صحیح بلکہ بہتر ہے۔

۲۰) واضح رہے کہ جو بچہ زندہ پیدا ہوا ہو اور چند لمحوں کے بعد مر جائے تو نام اس کا بھی رکھنا چاہیے۔

جب بچے کی زبان کھلنے لگے تو اسے کلمہ سکھایا جائے: جو شروع ہی سے توحید کی تعلیم اور خدا کی صفات کا صحیح تصور اس کے ذہین نشین کرایا جائے۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کا یہ قاعدہ تھا، کہ آپ ﷺ کے خاندان میں جب کسی بچے کی زبان کھل جاتی تو آپؐ اس کو سورہ الفرقان کی یہ آیت سکھاتے تھے۔ اَلَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا۔ (مصنف عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

''وہ خدا جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جسکی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔''

یہ مختصر سی آیت قرآن پاک کی جامع آیات میں سے ایک عظیم الشان آیت ہے، اس کے چند الفاظ میں توحید کی پوری تعلیم کو سمیٹ دیا گیا ہے، بچے کو آغاز ہی میں اگر یہ آیت یاد کرا دی جائے، اور اس کا مفہوم اپنی زبان میں ذہن نشین کرا دیا جائے تو توقع ہے کہ وہ دین کا درد لیے ہوئے اٹھے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بچہ جب بولنے لگے تو اس کو کلمہ سکھاؤ۔ اِذَا اَفۡصَحَ اَوۡلَادُکُمۡ فَعَلِّمُھُمۡ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (ابن سنی)

جب تمہارے بچے بولنے لگیں تو انہیں کلمہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' سکھاؤ۔

حدیث کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ انہیں صرف ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' سکھاؤ، دراصل یہ کلمہ توحید کی طرف اشارہ ہے، مراد یہی ہے کہ انہیں پورا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ سکھاؤ۔ (حسن معاشرت مولنا محمد یوسف اصلاحی)

☆ بچوں اور شاگردوں کیساتھ نرمی، ملاطفت اور شفقت سے پیش آئیے ☆

ملک القراء شیخنا المقری واستاذ الاساتذہ حضرت مولنا قاری محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ (قواعد ہجاء القرآن مع طریقہ تعلیم)

www.DarulQurra.edu.pk

معلمین کرام اپنے اندر یہ احساس پیدا فرمائیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی معلمی جیسا بلند اور قابل رشک منصب عطاء فرمایا ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کیساتھ نرمی، ملاطفت اور شفقت والا رویہ اختیار فرمائیں۔ سختی تو کسی حالت میں اچھے نتائج پیدا نہیں کرتی، چہ جائیکہ چھوٹے بچوں پر کی جائے اور بچے بھی وہ جو اس پرُفتن دور میں کھیل کود اور اپنی فطری آزادی کو قربان کر کے آپ کے پاس قرآن پاک پڑھنے کیلئے آئے ہیں۔ اگر اس وقت آپ سے ملاطفت والے اس اصول میں کوتاہی ہوگئی تو نا معلوم اسکے نتیجہ میں کتنے بچے اس نعمت عظمٰی سے محروم ہوجائیں گے۔ اگر آپ نے اس نفسیاتی اصول سے غفلت برتی تو آپ کامیاب معلم قرار نہیں دیئے جائیں گے۔ جہاں ایک معلّم کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ بچوں کو تعلیم دینے کا آسان سے آسان اور سہل سے سہل طریقہ اختیار کرے، وہاں اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کو الفت و محبت اور خوش اخلاقی کے ذریعہ اپنے ساتھ مانوس کرے۔

ہاں بچوں کو اپنے ساتھ مانوس کرنے میں ایسے بے تکلف بھی نہ ہوجائیں کہ ان کے دلوں سے آپ کا وقار جاتا رہے اور وہ گستاخ و نڈر بن جائیں۔ دانشمندوں نے کہا ہے: مَنْ كَثُرَ مَزَاحهُ زَالَتْ هَيْبَتُهُ یعنی جو زیادہ بے تکلف ہوجاتا ہے اسکا رعب جاتا رہتا ہے۔ لہذا نفسیات کے اس اصول کو ملحوظ رکھنا بھی از بس ضروری ہے۔ یہ درست ہے کہ تمام بچے مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہوتے، یقیناً بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب تک ان کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے وہ چلتے ہی نہیں۔ غالباً ایسوں ہی کے بارے میں عربی زبان میں یہ کہاوت کہی گئی ہے: اَلضَّرْبُ لِلصِّبْيَانِ كَالْمَآءِ فِي الْبُسْتَانِ۔ یعنی بچوں کی تربیت میں تادیبی سزا کو ایسا ہی دخل ہے جیسا پانی کو باغ کی نشو ونما میں۔ تاہم جہاں تک ممکن ہو، ایسوں کیساتھ بھی نرمی اور ملاطفت سے ہی پیش آیئے اور اگر کسی وقت بتقاضائے ضرورت کچھ سختی کرنی پڑ ہی جائے تو دوسرے وقت میں عفو و دلجوئی سے اس کا تدارک کر دیجئیے۔ غصہ کی پرورش زیادہ دیر تک نہ کرتے رہیے۔ آپ کے اس رویہ کا بھی انشاء اللہ اچھا اثر پڑے گا۔ حدیث میں ایسے شخص کی مذمت آئی ہے جس کو غصہ تو جلدی آئے لیکن جائے دیر سے۔

اخلاقی تربیت قرآن کے معلم اور مشفق استاد کا بہت ہی مبارک فرض ہے، لیکن اس فرض کی ادائیگی کے وقت اگر استاد آپے سے باہر ہوگیا اور جوش سے مغلوب ہوکر ہوش کھو بیٹھا اور خود کو قابو میں نہ رکھ سکا تو مصلح ہونے کی بجائے الٹا مجرم بن جائیگا۔ خصوصاً جب بچہ کسی جرم کا مرتکب ہو اس وقت اس مغلوبیت کا احتمال اور بھی زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ ایسے موقع پر غصہ آنا فطری امر ہے اور کوئی شخص جس قدر نیک اور اچھا ہوگا بری بات پر اس کو اتنا ہی زیادہ غصہ آئیگا، اسلئے ایسے موقع میں جوش کو ہوش پر غالب آنے سے روکے رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ مقصد ان معروضات کا یہ ہے کہ ننھے منّے بچوں کے دلوں میں دین کا پودا لگا رہے ہیں اسلئے اس بات کی پوری کوشش کیجئیے کہ جو آپ کے پاس آ گیا ہے وہ محروم نہ جائے اس لئے غصہ کے وقت سزا نہ دی جائے۔

☆ حکیم الامت حضرت العلامہ مولنا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ھیں ☆

جو شخص بچوں کو غصہ سے مغلوب ہوکر مار پیٹ کرتا ہے اس سے اصلاح کے بجائے نقصان ہوتا ہے، اگر بچے سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو فوراً سزا نہ دے۔ جب غصہ جاتا رہے تو پھر مصنوعی غصہ بنا کر سزا فقط تادیب کیلئے دی جائے۔ جو لوگ غصہ سے مغلوب ہوکر مار پیٹ کرتے ہیں تو مجھے انکے بارے میں نہیں معلوم کہ معافی کا طریقہ کیا ہوگا۔ اس لئے کہ نابالغ و معصوم بچے تو معاف بھی نہیں کر سکتے۔

☆ { طُلبہ اور بچوں پر سختی مُضر ھے } ☆ (مقدمہ علامہ ابن خلدون حصہ دوم) ☆

خوب یاد رکھیئے کہ تعلیم کے سلسلے میں مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ مُضر ہے۔ خصوصاً چھوٹے چھوٹے بچوں کے حق میں۔ کیونکہ یہ اُستاد کی نا اہلی اور غلط تعلیم کی نشانی ہے جن کی نشو ونما ڈانٹ ڈپٹ اور قہر و تشدّد سے ہوتی ہے خواہ پڑھنے والے بچے ہوں یا لونڈی غلام ہوں یا نوکر چاکر ہوں ان کے دل و دماغ

پر استاد کا قہر ہی چھایا رہتا ہے بے چاروں کی طبیعت بجھ کر رہ جاتی ہے۔ امنگ وحوصلہ پست ہوجاتا ہے۔شوق ودلچسپی جاتی رہتی ہے اور طبیعت میں سستی پیدا ہوجاتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو دماغ ہی معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔اور طلب کا مادہ سلب ہوجاتا ہے۔نیز فرماتے ہیں۔

☆تشدّد سے جھوٹ اور بدباطنی پیدا ہوتی ہے اور خودداری سلب ہوجاتی ہے☆

قہر وتشدد سے بچوں میں جھوٹ بولنے کی بھی عادت پڑ جاتی ہے اور بدباطنی کی بھی۔ بچے ڈر کے مارے مار پیٹ سے بچنے کے لئے مکر وفریب سے کام لینے لگتے ہیں۔گویا قہر وتشدد بچوں کو مکروفریب جھوٹ اور دغا بازی کی تعلیم دیتا ہے اس طرح ان پر جب ایک زمانہ جھوٹ بولتے بولتے گذر جاتا ہے اور کچی عمر ہوتی ہی ہے تو یہ عیوب ان کی طبیعت ثانیہ بن جاتے ہیں۔اور سنجیدگی کی عمر میں بھی نہیں جاتے نیز غیرت خودداری اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے مدافعت۔ الغرض یہ تمام خوبیاں جاتی رہتی ہیں اور وہ مردہ دل ہوجاتا ہے۔اور ایک قسم کی بزدلی پیدا ہوجاتی ہے۔ایسے بچے ان تمام باتوں میں دوسروں کے محتاج ہوجاتے ہیں۔ بلکہ ان میں فضائل واخلاق جمیلہ حاصل کرنے کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اور وہ انسانی جوہر کھو کر اسفل السافلین میں جاگرتے ہیں۔ ہر اس قوم کا بھی یہی حال ہوتا ہے جو دوسری قوم کے قہر وتسلط کی مٹھی میں آجاتی ہے اور جوروستم کا شکار رہنے لگتی ہے ظلم وتشدد وہی کرتا ہے جو مغلوب الغضب ہوتا ہے۔اپنے غصہ پر قابو نہیں پاتا اور اس میں اتنی علمی مہارت نہیں ہوتی کہ صحیح طریقے سے سمجھا سکے۔ جب تم اس قسم کے اساتذہ کا تتبّع کروگے تو ان سب میں یہی عیب کارفرما نظر آئیں گے۔ یہودیوں پر غور کرو اور ان کی بداخلاقیوں پر بھی جو ان میں پائی جاتی ہے حتٰی کہ ان میں لوگ دنیا کے ہر گوشے اور ہر زمانے میں خباثتِ نفس اور مکروفریب میں مشہور ہیں۔اس کا سبب وہی حقیقت ہے جو ہم نے تمہارے سامنے رکھی ہے۔اس لئے استاد کو طلبہ پر اور والدین کو اولاد پر حد سے زیادہ سختی نہیں کرنی چاہیے۔ محمد بن ابوزید نے اساتذہ اور طلباء کے آداب میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں آپ لکھتے ہیں کہ اگر آداب سکھانے کے لئے بچوں کو مارنے کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو تین مسواکوں سے زیادہ نہ ماری جائیں۔ فاروق اعظمؓ کا فرمان ہے کہ جسے شریعت نے ادب نہ سکھایا حق تعالے اسے ادب نہ سکھائے۔ یہ اس لئے فرمایا تاکہ لوگ ادب سکھائے جانے کی ذلت سے [illegible]ظ رہیں اور آپ کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ جب کسی نے شارع علیہ السلام سے جو اس کے مصالح اور بہتری سے خوب واقف ہیں ادب نہیں سیکھا تو وہ مار پیٹ سے بھی ادب نہیں سیکھ سکے گا۔ ہارون الرشید نے جب محمد امین کو امین کے اتالیق احمر کے حوالے کیا تو چند نصیحتیں کیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ فرمایا: اے احمر! امیر المومنین نے اپنے دل کا ٹکڑا اور دل کا پھل تمہارے حوالے کردیا ہے۔تم شہزادے پر اپنا ہاتھ پھیلا ہوا رکھو (انہیں اپنے اشارے پر چلاؤ) اور انہیں اپنا فرمانبردار بناؤ۔اور اسی مقام پر رہو جو مقام امیر المومنین نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ انہیں اللہ کی کتاب پڑھاؤ تاریخی حقائق سمجھاؤ اشعار کی روایت کراؤ (عربی ادب سکھاؤ) احادیث کی تعلیم دو۔ گفتگو کے موقعے بتاؤ اور بات کرنے کے ڈھنگ سکھاؤ۔ ہنسنے پر پابندی لگاؤ۔ ہاں کبھی کبھی ہنسی آجائے تو خیر۔انہیں بتاؤ کہ جب بنو ہاشم کے بزرگ آئیں۔تو ان کی تعظیم کرنے کی عادت ڈالو اور جب حکام اپنی اپنی کچہریوں میں حاضر ہوں تو ان کی بھی تعظیم بجالاؤ۔خبردار! ایسا کوئی لمحہ نہ آنے پائے کہ تم انہیں کوئی مفید بات نہ بتاؤ۔لیکن اس طرح بتاؤ کہ یہ دل برداشتہ نہ ہوں۔ورنہ ان کا ذہن بجھ کر رہ جائے گا۔خبردار ان سے چشم پوشی نہ کرنا۔ورنہ ان کے مزاج میں آوارگی وآزادی پیدا ہوجائے گی اور پھر اسی کی عادت بن جائے گی۔حتی الامکان محبت وپیار ونرمی سے زیادہ سے زیادہ دیر تک اپنے پاس بٹھا کر ان کی اصلاح کرو اور آداب سکھاؤ۔اگر اس طرح یہ مہذب وشائشتہ نہ بنیں تو پھر ضرور گرفت کرو۔ (ابن خلدون)

حضرت حافظ الحدیث علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کی طلباء کو خیر خواہانہ نصیحت

★وَلْيَلْزِمِ الْوَقَارَ وَالتَّأَدُّبَا★عِنْدَ الشُّيُوخِ إِنْ يُرِدْ أَنْ يَنْجُبَا★

اور طالب علم کو چاہیے کہ قرآن کی مجلس میں اور استاذ کی خدمت میں سنجیدگی اور وقار سے نیز احترام وتعظیم اور تہذیب سے بیٹھنے کو لازماً اختیار کرے اگروہ

www.DarulQurra.edu.pk

چاہتا ہے کہ کمال وشرافت والا بن کر کامیاب ہوجائے۔(طیبۃ النشر)

☆آداب معلّم ومتعلّم حضرت امام القراء مولنا قاری فتح محمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ ☆

اُستاد کیلئے مناسب ہے کہ پسندیدہ اخلاق اختیار کرے۔یعنی دنیا کی طرف زیادہ رغبت نہ رکھے۔اور دنیا کے مال ودولت سے اور دنیا داروں سے بے پرواہ رہے۔اور سخاوت بردباری صبر شریفانہ اخلاق اختیار کرے۔لوگوں کے ساتھ کُشادہ روئی سے پیش آئے لیکن اس قدر نہ کہ ہنسی اور ٹھٹھے کی حدتک پہونچ جائے تقوی اور عاجزی اور خشوع وخضوع اختیار کرے۔اپنے نفس کو ریا اور حسد اور کینہ اور غیبت سے پاک رکھے۔کسی کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ مرتبے میں اس سے کم ہی کیوں نہ ہو۔خود پسندی سے بھی پرہیز کرے مگر اس سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں۔اپنی نظر کی بھی حفاظت رکھے کہ بے ضرورت اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔

ہاتھوں سے فضول حرکت نہ کرے۔بغلوں کی بدبو بھی دور کرے۔بدبودار چیزوں کے استعمال سے بچے۔اگر میسر ہو تو خوشبو بھی لگائے۔صورت بھی شرع کے موافق رکھے یعنی مونچھیں اور ناخن کترے اور داڑھی میں کنگھا کرے۔تمام اعضا کو ساکن رکھے۔قرآن مجید کے معانی میں غور کرتا رہے جو چیزیں دھیان بٹانے والی ہوں ان سے اپنے دل کو فارغ رکھے۔اگر شاگرد کسی جگہ بھول جائے یا کوئی غلطی کرے تو زمین پر ہاتھ مار کر یا خود ہاتھ سے یا سر سے اشارہ کردے تاکہ وہ اپنی غلطی کو سمجھ جائے اور ذرا ٹھہرا رہے کہ اس کو غلطی یاد آجائے اگر اس پر بھی نہ سمجھے تو اس کو غلطی سے آگاہ کردے اس طرح کرنے سے تدبرّ کا موقعہ زیادہ ملتا ہے۔اپنی ہیئت بھی خوبصورت بنائے اور کپڑے صاف اور سُتھرے رکھے۔ناجائز لباس سے پرہیز رکھے اور اس لباس سے بھی بچے جو اساتذہ کی شان کے لائق نہیں۔تمام حالات میں ظاہر وباطن دونوں سے حق تعالیٰ ہی کی طرف متوجہّ رہے اور اسی پر بھروسہ رکھے۔یہ خواہش نہ کرے کہ میرے پاس لوگ کثرت سے آئیں تاکہ مجلس بارونق رہے۔جب درسگاہ میں پہونچے تو دو کعت نفل پڑھے اور اگر مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتا ہو تو ان نفلوں کا اور بھی زیادہ خیال رکھے لیکن تنخواہ دار کیلئے مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا جائز نہیں۔یہ بھی مستحب ہے کہ بیٹھنے کیلئے کشادہ جگہ اختیار کرے تاکہ سب شاگردوں کے لئے کافی ہوجائے۔شاگردوں کیساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے۔سب کا برابر خیال رکھے البتہ اگر ان میں سے کوئی مسافر ہو یا سمجھ اور قابلیت زیادہ رکھتا ہو تو اس کو ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں۔جو پہلے آیا ہو اس کو سب سے پہلے اور بعد والے کو اس کے بعد پڑھائے ہاں اگر پہلے آنے والا دوسرے کو خوشی سے اجازت دیدے تو اُس کو پہلے پڑھانے میں کچھ حرج نہیں۔جو شخص تعظیم واکرام کے لائق ہو فاضل طلبا میں سے ہو یا دوسرے اور لوگوں میں سے ہو اگر اُستاد اس کے آنے پر کھڑا ہوجائے تو یہ بھی جائز ہے۔اُستاد کو چاہیے کہ شاگردوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور عزّت اور خیر خواہی کا برتاؤ رکھے۔جو چیزیں ان کے لئے مفید ہوں ان پر آگاہ کرتا رہے ان کے آنے پر مرحبا کہے اور خوشی ظاہر کرے اور ان کی دلجوئی کرتا رہے اور مہربانی سے پیش آئے۔اپنی حیثیت کے موافق ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی امداد کرتا رہے۔ان کو شوق دلاتا رہے کہ وہ معلّم بننے کی استعداد پیدا کریں۔قرآن کی قرأت اور تمام شرعی علوم میں مشغول رہنے کی فضیلت بھی سنُاتا رہے تاکہ اُن کا شوق روز بروز بڑھتا چلا جائے۔دنیا سے کم رغبتی کی عادت ڈالے۔دنیا کا فانی اور بے حقیقت ہونا بتاتا رہے تاکہ ناپائیدار زندگی پر بھروسہ کرکے آخرت سے غافل نہ ہوجائیں۔ان کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ان کی تعلیمی ضروریات کا پورا اہتمام رکھے۔ان کی شرارت اور بے ادبی پر صبر کرتا رہے کیونکہ آدمی اپنی اولاد کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا کرتا ہے۔اگر کوئی شاگرد کسی اور معتبر اُستاد سے بھی پڑھنا چاہئے جس سے اُس کو نفع پہونچنے کی اُمید ہو تو اس کو خوشی سے اجازت دیدے اور یہ خیال نہ کرے کہ جب یہ دوسرے سے بھی پڑھے گا تو اس کے دل میں میری وقعت نہیں رہے گی یا دوسرے اُستاد کو مجھ سے بڑھ کر سمجھنے لگے گا۔ان کے ساتھ بڑا اور اونچا بن کر نہ رہے بلکہ تواضع کا معاملہ رکھے تاکہ جو بات پوچھنے کی ہو بے تکلف پوچھ سکیں۔جو بھلائیاں اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے اور جن چیزوں کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے ان کیلئے بھی پسند نہ کرے۔ان کو آہستہ آہستہ شرعی آداب اور عمدہ عادتیں سکھاتا رہے۔اس بات

www.DarulQurra.edu.pk

کی عادت ڈالے کہ ہر معاملہ میں احتیاط سے کام لیا کریں۔اس کا بھی شوق دلائے کہ اعمال میں خلوص اور صداقت اور نیت میں عمدگی پیدا کریں۔اپنے تمام حالات میں حق تعالیٰ ہی کی طرف دھیان رکھیں۔ان کو تعلیم دینے اور مسائل کے سمجھانے پر اس قدر حریص رہے کہ اپنے ذاتی کاموں کو جو ضروری ہوں سے بھی ان کی تعلیم کو بڑھ کر سمجھے اس کی بھی تاکید رکھے کہ پڑھے ہوئے حصّہ کو لوٹاتے رہیں۔اگر کسی شاگرد میں کوئی شرافت یا علمی کمال پائے تو اس پر اُس کی تعریف بھی کرے بشرطیکہ اس سے تکبّر اور عُجبُ کی بلا میں پھنسنے کا اندیشہ نہ ہو اگر اس کی نیت میں کچھ خرابی معلوم ہو تو اس سے تعلیم کو بند نہ کرے بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کی نیت کے درست کرنے کی کوشش کرے۔علم کی بیقدری بھی نہ کرے پس پڑھانے کے لئے کسی کے مکان پر نہ جائے چاہئے وہ خلیفہ ہو یا کوئی اور عہدہ دار ہو۔راستہ میں چلتے ہوئے پڑھانا بھی جائز ہے گو بعض حضرات نے اس کو معیوب سمجھا ہے مگر اس پر فتویٰ نہیں لیکن قرآن کھول کر نہ پڑھے۔کیونکہ راہ چلتے لوگوں کی پیٹھ ہو گی البتہ حفظ پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ قرآن مجید کی تعظیم کا پورا لحاظ رکھا جائے۔جو شاگرد اس لائق ہو جائے کہ اس کو پڑھانے کی اجازت دیدیجائے تو کچھ مال وغیرہ حاصل کرنے کے لالچ سے اجازت دینے میں دیر نہ کرے کیونکہ اجازت کوئی ایسی چیز نہیں جس کو مال کے بدلے بیچا جائے۔

☆شاگرد کے آداب☆

قاری اس کو کہتے ہیں جس نے قراءتیں پڑھی ہوں اور اس میں ان کے نقل کرنے کی بھی اہلیت ہو پس اگر تین پڑھی ہیں تو مبتدی ہے اور اگر چار یا پانچ پڑھی ہیں تو متوسط ہے اور اگر اکثر قراءات کے نقل کرنے کی لیاقت رکھتا ہے تو منتہی ہے اور قاری اور شاگرد کے لئے ضروری ہے کہ ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھے:۔نیت خالص رکھے جو چیزیں علم کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے سے روکتی ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے۔جوانی کے اوقات کو غنیمت جان کر ان میں علم حاصل کرنے کی کوشش کرے گو مسائل کا لکھ لینا بھی نہایت مفید ہے لیکن اس پر اعتماد کر کے بیفکر نہ ہونا چاہیے۔کیونکہ یہ طالب علم کیلئے بڑی آفت ہے۔اگر کسی کو کوئی علمی اور کام کی بات معلوم ہو تو اس سے پوچھنے میں عار اور تکبّر نہ کرے۔اُستاد ایسے شخص کو بنائے جو علمی معلومات اور استعداد اور دینداری میں کمال رکھتا ہو اور جو شرطیں اوپر معلم کے آداب میں بیان ہوئی ہیں۔اس میں وہ سب یا اکثر پائی جاتی ہوں۔اپنے دل کو گناہوں کی ظلمتوں اور دنیاوی تعلقات سے پاک رکھے تا کہ اس میں قرآن کے قبول کرنے اور اس کے حفظ کرنے اور اس کے معانی اور مطالب کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو۔علم سیکھنے کیلئے ہر وقت حریص اور بے صبر بنا رہے لیکن طاقت سے زیادہ نہ کرے۔جو قرأات اور مسائل پڑھ چکا ہے پوری پابندی کے ساتھ ان کی حفاظت رکھے اگر ساتھیوں میں سے کسی کو حق تعالیٰ نے کوئی فضیلت عطا فرمائی ہو تو اس کی وجہ سے اس سے حسد نہ رکھے بلکہ اس کی فضیلت کا اقرار کرے اور اس پر اس کی تعریف بھی کیا کرے۔اپنے اُستاد کے ساتھ ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھے:۔

اس کے ساتھ ادب اور احترام اور تعظیم سے پیش آئے۔اس کے سامنے عاجز بن کر رہے اگرچہ استاد شہرت اور نسب اور نیک بختی میں اس سے کمتر ہی ہو اور عمر میں اس سے چھوٹا ہو جو بات اور جو حرکت کرے سوچ سمجھ کر کرے بچوں کی طرح بے پروائی اختیار نہ کرے اگر وہ کھڑا ہو تو اس کا کپڑا نہ پکڑے۔جب اس کو تھکان ہو اس وقت تنگ نہ کرے۔اس کی صحبت سے کبھی سیر نہ ہو۔اگر زیادہ دیر تک صحبت میسر آجائے تو اس کو غنیمت سمجھے۔اس کا تابعدار رہے۔اپنے تمام معلاملات میں اس سے مشورہ لیتا رہے۔اس کی مجلس میں شاگردوں کی طرح بیٹھے نہ کہ اُستادوں کی طرح نیز کسی اور کے ساتھ ہاتھ کے یا آنکھ کے اشارے سے بات نہ کرے اس کی بابت یہ اعتقاد رکھے کہ یہ استعداد اور اہلیت میں اپنے زمانہ کے تمام شیوخ سے افضل ہے۔اس کی خوشنودی کو اپنی خوشنودی پر مقدم رکھے اگر وہ کسی جگہ کسی خاص ضرورت سے گیا ہو تو وہاں اس کے پاس اجازت کے بغیر نہ جائے اس کا بھید کسی پر ظاہر نہ کرے۔اس کے سامنے اس کے ہمعصروں میں سے کسی کا ذکر نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ فلاں شخص آپ کی تحقیق کے خلاف اس طرح کہتا ہے اگر کوئی اُستاد کی غیبت کرنے لگے تو اس کی تردید کردے اور اس کو روک دے۔اگر یہ نہ کر سکے تو اس مجلس سے اُٹھ کر چلا جائے۔جب شیخ کی درسگاہ کے قریب

www.DarulQurra.edu.pk

www.DarulQurra.edu.pk

پہونچے تو حاضرین کو سلام کرے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھاند کر نہ جائے بلکہ مجلس میں جہاں بھی جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ہاں اگر شیخ خود یا اس کے ساتھی ایثار کر کے آگے بڑھنے کی اجازت دیدیں تو مضائقہ نہیں اور کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے اگر کوئی خود ہی ایثار کر کے اپنی جگہ دینا چاہے تو اس کو تین حالتوں میں قبول کرے۔شیخ کا بھی یہی حکم ہو۔اس کے وہاں بیٹھنے میں کچھ فائدہ پہونچتا ہو۔اس ایثار کرنے والے کو قسم دے کہ آیا وہ اس میں خوش بھی ہے۔حلقہ کے بیچ میں بھی نہ بیٹھے مگر ضرورت کے وقت مضایقہ نہیں۔دو آمیوں کے درمیان بھی ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور جو لوگ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوں ان کے ساتھ مجلس کے آداب کا لحاظ رکھے۔پڑھنے اور بات کرنے میں آواز کو زیادہ بلند بھی نہ کرے۔ضرورت کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرے۔دائیں بائیں بھی نہ دیکھے بلکہ شیخ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی تقریر کو غور سے سُنے۔شیخ کسی کام میں مشغول ہے یا تھکان اور غم اور تشویش اور بھوک اور پیاس اور نیند کی حالت یا ان کے سوا کوئی اور ضرورت درپیش ہے تو اس وقت سبق نہ پڑھے کیونکہ اس صورت میں پڑھانے سے شیخ کو بہت تکلیف ہوگی۔پوری حضوری اور خوشدلی کے ساتھ نہیں پڑھا سکے گا۔اگر اس کی طرف سے کوئی ناگواری یا بدخُلقی کی بات پیش آئے تو اس کو بھی برداشت کرے یہ نہ ہو کہ اس کے سبب اس کی صحبت کو ترک کردے یا اس کے کمال کا معتقد نہ رہے اگر یہ دیکھے کہ شیخ سو رہا ہے یا کسی ضروری کام میں مشغول ہے تو چاہے اس کے جاگنے اور فارغ ہونے تک منتظر رہے اور چاہے لوٹ جائے۔اگر شیخ موجود ہو تو اس کا انتظار کرے اور سبق ناغہ نہ کرے ہاں اگر شیخ کی عادت یہ ہو کہ وہ ایک خاص وقت ہی میں پڑھاتا ہو تو ناغہ میں مضایقہ نہیں کیونکہ یہ مجبوری کی بنا پر ہے۔اگر تلاوت کرتے وقت اس کا شیخ یا کوئی ایسا شخص آجائے جو کسی طرح کی فضیلت یا بزرگی رکھتا ہو مثلاً عالم ہو نیک بخت ہو یا عمر میں اس سے بڑا یا اسلامی حاکم ہو یا کوئی اور دینی فضیلت رکھتا ہو تو اس کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا بھی جائز ہے اور علامہ نوویؒ نے اس کو مستحب بتایا ہے لیکن یہ شرط لگائی ہے کہ تعظیم کی غرض سے ہو ریا کے طور پر نہ ہو۔(عنایات رحمانی شرح شاطبیہ)

☆قرآن، دعائیں اور اذکار نماز کی تعلیم☆

بچے جب ذرا اور ہوشیار ہو جائیں تو انہیں نماز کے اذکار یاد کرائیے جس حد تک ممکن ہو ان اذکار کا ترجمہ اور مطلب بھی سمجھایئے اور اس کا خصوصی اہتمام کیجئے کہ بچے کو کوئی لفظ غلط یاد نہ ہو جائے، اس عمر میں غلط یاد ہو جانے والے الفاظ بعض اوقات عمر بھر تک زبان پر چڑھے رہتے ہیں۔

اسی عمر سے قرآن پاک پڑھانے کا بھی انتظام کیجئے، قرآن پاک کے کچھ حصے حفظ بھی کرائیے اور کچھ حصوں کا ترجمہ اور مفہوم بھی آسان انداز میں ذہن نشین کرائیے، تاکہ شروع ہی سے قرآن تک کے بارے میں یہ تصور ذہن میں بیٹھے کہ یہ کتاب سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔

اس کے علاوہ مختلف مواقع پر پڑھی جانے والی مسنون دعائیں بھی یاد کرائیے۔بے شک یہ گھریلو ذمہ داریوں سے کم اہم نہیں ہے۔آپ بچوں کی تربیت و تعلیم کو اپنا ایک خوشگوار مشغلہ بنایئے اور دل کی لگن کے ساتھ اس فریضے کو انجام دیجئے۔بچے کی عمر اور ذہنی معیار کا لحاظ رکھتے ہوئے چند دعائیں اس کو ضرور سکھایئے۔مثلاً سونے جاگنے کی دعائیں، کھانے پینے کی دعائیں، نئے کپڑے پہننے اور نیا پھل کھانے کی دعائیں، چھینک آنے کی دعا اور اس کا جواب بیت الخلاء جانے اور وہاں سے آنے کی دعاء، اور نیا چاند دیکھنے کی دعا وغیرہ۔یہ دعائیں ذہن کو بنانے اور دین کے رخ پر لگانے میں انتہائی موثر ہوتی ہیں۔موزون جملے، اشعار اور ہم وزن فقرے بچے بڑے شوق سے دہراتے ہیں، اور آسانی سے ان کو یاد بھی ہو جاتے ہیں۔اس معاملے میں بھی ان کے ساتھ تعاون کیجئے اور ان کے اس شوق کو پورا کرنے کے لیے اچھے اچھے موزون جملے اور اشعار منتخب کیجئے۔مثلاً

★حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہ ★مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرَ اللّٰہ ★نُوْر مُحَمَّدْ صَلَّی اللّٰہ ★لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ★تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں تیرے سوا مسجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں تیرے سوا مطلوب حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الہ لا الٰہ اِلّا اللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ للّٰہ دس نصیحتیں ☆ لکھو پڑھو آرام کرو، وقت یہ سارا کام کرو☆ جو بھی وقت گنواتا ہے، اک دن وہ

www.DarulQurra.edu.pk

پچھتا تا ہے ☆ سورج چاند ستارے بھی، کرتے ہیں وقت کی پابندی ☆ کھاؤ نہ چغلی جھوٹ نہ بولو، جو کچھ بولو پہلے تولو ☆ چوری نہ کرو بُرا نہ بولو، کسی کا بھی عیب نہ کھولو ☆ اچھے اک انسان بنو تم، کس نے کہا شیطان بنو تم ☆ غریبوں پر مہربان بنو تم، ہرگز نہ دشنام بنو تم ☆ کوئی نہ کرنا کام ادھورا، کام ہو جو بھی کرنا پورا ☆ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو، کرنا ہے جو آج ہی کرلو ☆ جو نہ کرے گا مار پٹائی، کھائے گا وہ دودھ ملائی ☆ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کامِلَۃ۔ بچے کے اس شوق کو پورا کرنے میں آپ کوتاہی کریں گے تو وہ کچھ ناشائستہ اشعار اور غیر مناسب جملے اور فقرے یاد کر کے انہیں دہرائے گا، اور آپ یہ جانتے ہیں کہ کردار کی حفاظت کے لیے زبان کی حفاظت کس قدر ضروری ہے۔

☆ اسلامی آداب کی تعلیم ☆

ادب و تہذیب اور زندگی کا سلیقہ سیکھنے کی عمر بھی یہی ہے۔ بچوں کو نا سمجھ اور نادان کہہ کران کی طرف سے لاپروائی برتنا سخت نادانی اور ناسمجھی ہے۔ اس ابتدائی عمر میں آپ جو عادتیں بھی ڈال دیں گے بچے زندگی بھر ان پر کار بند رہیں گے۔ بچپن میں جو صحیح یا غلط عادتیں پڑ جاتی ہیں وہ مشکل ہی سے چھوٹتی ہیں۔ اس عمر میں بچوں کی طرف سے ابتدائی ایام میں ذرا سی غفلت ہمیشہ کی پشیمانی اور پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔

ایک منصوبے کے تحت حکمت، سوز اور تحمل کے ساتھ بچوں کو زندگی کا سلیقہ سکھایئے۔ تعلیم و معلم کے آداب مسجد و مدرسے کے آداب بتایئے، پاکی اور طہارت کے آداب، صحت اور پاکیزگی کے آداب، چلنے پھرنے اور ساتھیوں اور سہیلیوں سے ملنے کے آداب، گھر کی اور اپنی چیزوں کو سلیقے سے رکھنے اور استعمال کرنے کے آداب بتایئے اور ایک مہذب اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے لیے برابر ان کی نگرانی کیجیے۔ صرف ایک بار کسی اچھی بات کی طرف متوجہ کر دینا کافی نہیں ہے بلکہ تربیت کا یہ تقاضا ہے کہ اکتائیں نہیں، بلکہ صبر و تحمل اور دلسوزی کے ساتھ متوجہ کرتے رہیں اور کسی بھی غلطی کو معمولی سمجھ کر لاپروائی نہ برتیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت حسنؓ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقے کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ارے تھوکو۔ اسے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے لیے صدقہ کھانا صحیح نہیں ہے۔

حضرت عمر بن ابو سلمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلیمؓ کے صاحبزادے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں تھے۔ وہ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔ ★ کُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ ★
وَسَلَّمَ وَكَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَۃِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَا غُلَامُ! سَمِ اللّٰہَ تَعَالٰی وَكُلْ بِیَمِیْنِکَ وَكُلْ مِمَّا یَلِیْکَ فَمَا زَالَتْ طُعْمَتِیْ بَعْدُ۔ (متفق علیہ)

''میں ابھی لڑکا ہی تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں تھا، کھاتے وقت میرا ہاتھ پلیٹ میں ہر طرف گھوم رہا تھا۔ تو مجھ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔ پس اس کے بعد سے اب میری مستقل عادت یہی ہے''

☆ پاکیزہ قصے کہانی سنانے کا اہتمام ☆

ابتدائی عمر میں بچوں کو قصے کہانی سننے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ وہ نہایت دلچسپی سے قصے کہانی سنتے بھی ہیں اور ان سے اثر بھی لیتے ہیں، بلکہ قصے کے بعض کردار تو انہیں اس درجہ متاثر کرتے ہیں، کہ وہ خود بھی ویسا ہی بننے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ بچوں کی اس نفسیاتی خوبی سے فائدہ اٹھایئے اور آپ انہیں جیسا کچھ بنانے کی آرزو رکھتے ہیں، ویسے ہی قصے کہانیاں ان کو سنایئے۔ ان کو قصے اور کہانیاں صرف اس لیے نہ سنایئے کہ ان کا شوق پورا ہو، بلکہ ان کی تربیت کا بہترین ذریعہ سمجھ کر اس کا اہتمام کیجیے۔ نبیوں کے پاکیزہ قصے سنایئے، صحابہ کرامؓ کے ولولہ انگیز واقعات سنایئے۔ مجاہدین اسلام کے مجاہدانہ کارنامے سنایئے۔ میدان جنگ کے کارناموں کا ذکر کیجیے، اور اس طرح اسلام کے لیے ان میں جذبات کو بڑھایئے یا درکھیں۔

جنوں اور پریوں کی کہانیاں، بھوت پریت کے واقعات، جادو اور ٹوٹکوں کے قصے، دیو اور ہمزاد کے افسانے بچوں کے لیے انتہائی مضر ہیں۔ان کے برے اثرات سے بچوں کے ذہن بری طرح متاثر ہوتے ہیں، اور توحید کی صاف ستھری تعلیم کے باوجود ایک انجانا خوف ان کے قلب وذہن پر چھایا رہتا ہے۔اور اعلیٰ تعلیم کے باوجود بھی مختلف قسم کے وہموں میں مبتلا رہتے ہیں۔

قصے کہانی سننے کا شوق بچوں کا فطری شوق ہے، اس کا روکنا بھی غلط ہے، اور اس معاملے میں بالکل ہی آزاد چھوڑ دینا بھی غلط ہے، نہایت حکمت کے ساتھ اس معاملے میں ان کا تعاون کیجئے۔اور ان کی اس ضرورت اور شوق کو اس طرح پورا کیجئے کہ ان کی بہترین تربیت کرنے میں آپ کامیاب ہو سکیں، یا درکھیں، آج کے دَور میں، یورپ کے آزاد معاشرہ کی تمام خرافات سے جدید الیکٹرانک سسٹم میڈیا کی وجہ سے ہمارے گھر آلودہ ہو چکے ہیں۔اس پر نظر نہ رکھنا اور سب مناظر آزادی سے دیکھنے دینا زہر قاتل ہے۔صرف منع کرنے سے نہیں رکیں گے متبادل کا انتظام کریں۔اور چوبیس گھنٹے ان پر نگراں بنیں جھنم کا انیدھن بننے سے بچائیں، نہیں تو بعد میں مت روئیں۔

☆نماز کی تاکید☆

نماز ایک ایسی اہم عبادت ہے جو دین سے آدمی کو وابستہ رکھتی ہے، یہ دین کی حفاظت بھی کرتی ہے، دین کی طرف متوجہ بھی رکھتی ہے، اور دیندارانہ زندگی گزارنے کے لیے آدمی کو تیار بھی کرتی ہے، بچوں کو شروع ہی سے عادی بنایا جائے کہ وہ پابندی سے نماز پڑھیں، اس معاملے میں بے جا لاڈ پیار اور ضرورت سے زیادہ نرمی سخت مضر ہے، عشاء کی نماز کے لیے اول وقت اٹھایئے اور صبح سویرے اٹھنے کی عادت ڈالیے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔

”اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ
عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔

”اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کی تاکید کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان پر نماز کے لیے سختی کرو اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد ان کے بستر الگ الگ کردو۔“

ان ہدایات کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود بھی نماز کے پابند رہیں اور گھر کی فضا ایسی بنائیں کہ بچے بھی اپنے شوق سے نماز پڑھیں اور آپ کے طرز عمل سے ان پر یہ بھی واضح رہے کہ نماز میں لاپروائی کو آپ ہرگز برداشت نہ کریں گے۔

☆اولاد کی شادی☆

بچے نے جوانی کی حدود میں قدم رکھا اور آپ کچھ نئی قسم کی فکروں اور آرزوؤں میں پریشان اور مگن رہنے لگے۔اولاد جب عمر کے اس مرحلے میں داخل ہوتی ہے تو ماں باپ کے جذبات کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، کبھی آپ آئندہ کے حالات پر سوچتے ہیں تو دور دراز کے اندیشے آپ کے دل کا سکون برباد کردیتے ہیں، کبھی مستقبل کے اچھے تصورات اور تمناؤں کا خیال کرتے ہیں تو آپ کی خوشیوں اور مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا، کبھی خیالی پریشانیوں اور فرضی الجھنوں سے آپ کا دل بیٹھنے لگتا ہے، کبھی احساس فرض آپ کو اکساتا ہے اور آپ جلد اولاد کی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیے بے چین ہوجاتے ہیں۔کبھی اس تصور سے آپ کا دل خوشی میں جھومنے لگتا ہے کہ گھر کی رونق بڑھانے کے لیے آپ کسی خوش جمال، وفا شعار، اور سلیقہ مند بہو کو بیاہ

www.DarulQurra.edu.pk

کرلا رہے ہیں۔ کبھی رو رو کر خدا سے یہ دعائیں مانگتے ہیں کہ آپ کی چہیتی بیٹی کے لیے کوئی نیک بخت اور نیک سیرت رفیق زندگی مل جائے۔
اولاد کی شادی سماجی ذمہ داری بھی ہے، ماں باپ کی دلی تمنا بھی ہے، اور اسلام بھی اس کی ترغیب اور ہدایت دیتا ہے۔

☆اسلام کی ھدایت☆

اسلام ایک فطری دین ہے، وہ فطری مطالبات کے عین مطابق ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ بچہ جوان ہو تو مناسب رشتہ ملتے ہی اس کا گھر آباد کرا دیں۔ اسلام آپ کی اس فطری خواہش کی قدر کرتا ہے اور یہی ہدایت دیتا ہے کہ بچہ جب جوان ہو جائے تو اس کی شادی میں تاخیر نہ کیجیے، موزوں اور قابل اطمینان رشتہ کی تلاش میں تو ضرور وقت لگے، لیکن اسلام کی ہدایت کی روشنی میں مناسب رشتہ مل جانے کے بعد پھر بے وجہ تاخیر یا ٹال مٹول ہرگز صحیح نہیں، بعض اوقات اس بے وجہ کی ٹال مٹول اور تاخیر سے بہت بُرے نتائج سامنے آتے ہیں اور ظاہر ہے ان بُرے نتائج کی ذمہ داری سے ماں باپ خود کو الگ نہیں کر سکتے۔

☆شادی میں تاخیر کا وبال☆

لڑکا ہو یا لڑکی جب وہ جوان ہو جائے، تو ماں باپ کی تمام ذمہ داریوں سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس کے لیے مناسب رشتے کی فکر کریں اور جونہی مناسب رشتہ مل جائے فوراً اسے نکاح کے رشتے میں باندھ دیں، شادی میں بے وجہ تاخیر سے بعض اوقات انتہائی شرمناک نتائج بھی سامنے آتے ہیں، سماج میں آدمی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا، اور یہ شرمندگی ماں باپ کو زندگی سے بیزار کر دیتی ہے، ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری ان والدین پر بھی ہے جو اولاد کی شادی میں غفلت برتتے ہیں یا بغیر کسی شرعی اور معقول وجہ کے تاخیر کرتے رہتے ہیں، جوانی کے جذبات کے لیے صحیح مرکز مہیا نہ ہو تو نوجوانوں کے غلط راہ پر جا پڑنے کا اندیشہ بہرحال رہتا ہے اور اس کا علاج یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ ماحول کی خرابی کے شکوے کر کے اپنی بے گناہی ثابت کریں یا نوجوانوں کو ملامت کا نشانہ بنا کر اپنے جرم کو ہلکا کرنے کی ناکام کوشش کریں، اس کا صحیح علاج یہی ہے کہ آپ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اور خدا کے رسول ﷺ نے اس مرحلے کے لیے آپ کو جو ہدایت دی ہے، اس پر انتہائی اہتمام اور توجہ کے ساتھ عمل کریں، شادی میں تاخیر کا وبال صرف یہی نہیں ہے کہ خدانخواستہ کوئی بری صورت حال سامنے آئی تو رسوائی ہوگی، بلکہ اسلام کی نظر میں آپ گنہگار رہوں گے، خدا کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدَّبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ
وَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اَثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ۔

”جس شخص کو خدا اولاد سے نوازے تو اس کا کام یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا سا نام رکھے، اسے اچھی تربیت دے، اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کرا دے۔ اگر بالغ ہونے پر اس نے اولاد کا نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ میں پڑ گئی تو اس کا وبال اس کے باپ پر ہوگا۔“

اور ایک موقع پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، تورات میں لکھا ہے کہ:
”جس شخص کی بچی بارہ سال کی عمر کو پہنچ گئی اور اس نے بچی کا نکاح نہیں کرایا اور وہ کسی غلطی میں مبتلا ہوگئی تو اس کی غلطی کا وبال اس کے باپ پر ہوگا۔“

☆مناسب رشتہ کی تلاش☆

بچے کی شادی میں تاخیر بالعموم اس لیے ہوتی ہے کہ مناسب رشتہ نہیں مل پاتا۔ آپ کی یہ خواہش اور کوشش بالکل بجا ہے کہ آپ کے بیٹے یا بیٹی کے لیے مناسب رشتہ ملے، بلکہ یہ فکر و جستجو آپ کا فرض ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ مناسب رشتہ کے لیے پوری جدوجہد کریں۔
اسلام کا مطالبہ آپ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو جو بھی بھلا۔ برا۔ رشتہ مل جائے، آپ آنکھیں بند کر کے بس اسے قبول ہی کر ڈالیں، اور اس معاملے

www.DarulQurra.edu.pk

میں کچھ غور وخوض نہ کریں۔شادی نہایت اہم معاملہ ہے، پوری زندگی کا مسئلہ ہے۔نہ صرف دنیا کے بننے بگڑنے تک اس کے اثرات محدود ہیں بلکہ آخرت کی زندگی پر بھی اس کے اثرات پڑ سکتے ہیں۔یہ معاملہ نہایت سنجیدہ ہے، شریک زندگی کے انتخاب میں سوچ بچار لازمی ہے۔

سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ آپ کی سوچ بچار اسلام کی روشنی میں ہو، انتخاب کا جو معیار اسلام نے بتایا ہے وہی آپ کے پیش نظر ہو، اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔اپنی اولاد کے لیے شریک حیات کے انتخاب میں انہیں بنیادوں کو سامنے رکھیے جن کو پیش نظر رکھنے کی اسلام نے ہدایت دی ہے بے لاگ جائزہ لیجئے کہ بچے کی شادی میں کہیں اس لیے تو تاخیر نہیں ہو رہی ہے کہ آپ نے لڑکے یا لڑکی کے انتخاب میں کچھ ایسی باتوں کو اہمیت دے رکھی ہے جن کی دین میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔اور آپ کو ان باتوں پر اس لیے اصرار ہے کہ آپ نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی ہے کہ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات وہدایات کیا ہیں؟

☆شریک حیات کے انتخاب کا معیار☆

شریک حیات کے انتخاب میں عام طور پر پانچ باتیں پیش نظر رہتی ہیں، 1۔مال و دولت 2۔حسب ونسب 3حُسن وجمال 4۔دین واخلاق 5۔تعلیم

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ پانچوں باتیں اپنی جگہ اہم ہیں مال ودولت کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے، بالخصوص اس دور میں۔خاندان اور حسب و نسب بھی بعض پہلوؤں سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہے، بعض خاندان یا برادریاں جو عرصہ دراز سے پس ماندہ ہیں ان میں بعض معاشرتی، ذہنی اور اخلاقی کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں۔اور طرز معاشرت۔انداز فکر۔اور سلوک و برتاؤ کا فرق بعض اوقات اس درجہ اثر انداز ہوتا ہے کہ خوشگوار ازدواجی زندگی کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی۔

انتخاب میں حسن وجمال کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے اور لڑکی کے انتخاب میں تو خاص طور پر یہی چیز فیصلہ کن ہوتی ہے، اس سے انکار کی کیا گنجائش ہے کہ خدا نے انسان کو ذوقِ جمال دیا ہے، اور خوبصورتی پسند کرنے ہی کی چیز ہے۔تعلیم کی اہمیت اور ضرورت بھی مسلّم ہے اور دورِ حاضر میں تو تعلیم اور ڈگری کا رشتے کے معاملے میں خاص خیال رکھا جانے لگا ہے۔یہ واقعہ ہے۔کہ اونچی تعلیم حوصلوں کو بلند کرتی ہے، عزت واحترام کا ذریعہ بنتی ہے، خوش حال زندگی اور سماج میں وقعت وعظمت کا سبب بنتی ہے۔

رہا دین واخلاق کا معاملہ تو ظاہر ہے، مسلمان کے نزدیک اس کی اہمیت اور قدر تو ہونا ہی چاہئے۔مسلمان ماں یہ کیسے گوارا کرسکتی ہے کہ وہ زیر تجویز فرد میں سب کچھ تو دیکھے لیکن اس کو نظر انداز کر دے یا اس کو اہمیت ہی نہ دے۔آپ کی خواہش، آرزو اور کوشش اگر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی یا بیٹے کو ایسا شریک زندگی ملے جو ان پانچوں خوبیوں میں معیاری ہو، تو آپ کی تمنا بھی مبارک، آپ کی آرزو بھی درست اور آپ کی کوشش بھی حق بجانب، کون نہیں چاہے گا کہ اس کے جگر گوشے کو ایسا ہی جوڑا ملے جو ان پانچوں خوبیوں سے آراستہ ہو۔اسلام آپ کی اس خواہش، تمنا اور کوشش کی ہرگز ناقدری نہیں کرتا، وہ آپ کے ان جذبات کا احترام کرتا ہے۔اگر آپ کو ایسا جوڑا مل جائے جس میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کی خصوصی نوازش ہے۔عام حالات میں یہ انتہائی مشکل ہے کہ ہر رشتے کے لیے آپ کو یہ ساری خوبیاں یکجا مل جائیں، کسی میں کچھ خوبیاں ملیں گی تو کچھ خرابیاں بھی ہوگی۔دراصل اسی میں آپ کا امتحان ہے کہ آپ انتخاب میں اسلامی نقطہ نظر اپنے سامنے رکھیں اور انہیں خوبیوں کو وجہ ترجیح بنائیں جن کو اسلام نے ترجیح دی ہے۔

☆رسول اللہ ﷺ کی ھدایت☆

رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ آپ انتخاب کرتے وقت دین کو اولین اہمیت دیں، دین واخلاق کے ساتھ دوسری چار چیزوں میں سے جو بھی میسر

www.DarulQurra.edu.pk

آجائیں اس پر خدا کا شکر ادا کریں اور پھر بے وجہ ٹال مٹول نہ کریں، ہاں وہ رشتہ آپ کے لیے ہرگز قابل قبول نہ ہونا چاہئے، جس میں اور خوبیاں تو ہوں مگر دین واخلاق کی طرف سے مایوسی ہو، مسلمان ماں باپ کے لیے دیکھنے کی اولین چیز دین واخلاق ہے، جو شخص اس سے کورا ہے، وہ دوسری تمام چیزوں میں مثالی ہو تو بھی اس لائق نہیں کہ آپ اپنے جگر گوشے کیلئے اس کا انتخاب کریں، اسے اپنے گھر کی بہو بنائیں یا اپنا داماد بنانے کی سوچیں دوسری تمام چیزوں کے نقص کی تلافی تو دین واخلاق سے ہوسکتی ہے، یا یوں کہیے دین واخلاق کی خاطر دوسری کمزوریوں کو تو گوارا کیا جاسکتا ہے لیکن کسی بڑی سے بڑی خوبی کی خاطر بھی دین واخلاق سے محرومی کو گوارا نہیں کیا جاسکتا، دین واخلاق کی تلافی کسی دوسری خوبی سے نہیں ہوسکتی، خدا کے رسول ﷺ کی ہدایت ہے۔

''نکاح کے لیے عام طور پر عورت میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں، مال و دولت، خاندانی شرافت، حسن و جمال، دین واخلاق،

فرمانِ نبوی ﷺ دین دار عورت سے شادی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔''

یہ حدیث آپ کو بتاتی ہے کہ آپ اپنے بیٹے کے لیے بہو بیاہ کرلائیں، جو دیندار ہو، اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہو، ایسی بہو کے ذریعے ہی آپ کا گھر اسلام کا گہوارہ بن سکتا ہے، اور ایسی بہو سے ہی یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کی گود سے ایسی نسل اٹھے جو دین وایمان میں پختہ اور اسلام کے لیے جذبہ اشاعت و جہاد سے سرشار ہو۔ اسی طرح داماد کے انتخاب کے لیے بھی آپ ﷺ کی ہدایت ہے کہ دین واخلاق کو ہی بنیادی اہمیت دی جائے۔

''حضرت ابوہریرہؓ کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے اپنے جگر گوشے کی شادی کردو۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں زبردست فساد پھیل جائے گا۔''

یہ حدیث آپ کو فیصلہ کن انداز میں بتاتی ہے کہ جب آپ کے یہاں کسی ایسے لڑکے کا پیغام آجائے، جس کے دین واخلاق کی طرف سے آپ کو اطمینان ہو، آپ کی یقینی معلومات یہ ہوں کہ خدا ترس، دیندار، صوم وصلوٰۃ کا پابند اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہے، تو پھر بلا وجہ تاخیر اور ٹال مٹول کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ خدا کے بھروسے پر اس کے لیے اولین اہمیت کی چیز دین وایمان ہی ہے اور جس سماج میں دین وایمان کو نظر انداز کر کے دوسری چیزوں کو اہمیت دی جائے یا مال و دولت اور حسن و جمال کو دین واخلاق پر ترجیح دی جائے، تو ایسے سماج میں فتنہ وفساد کا طوفان اٹھ کر رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت ایسے سماج کو اس طوفان سے بچا نہ سکے گی۔ (حسن معاشرت مولنا محمد یوسف اصلاحی)

☆ خوشگوار ازدواجی کیلئے تقویٰ کی ضرورت ہے جسٹس مولنا مفتی تقی عثمانی صاحب ☆

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں بیوی کے تعلقات اس وقت تک خوشگوار نہیں ہوسکتے، جب تک دونوں کے دل میں تقویٰ نہ ہو، اللہ کا خوف نہ ہو۔ دیکھئے دونوں میاں بیوی کے درمیان اتنا قریبی تعلق ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ قریبی تعلق کسی اور کے درمیان نہیں ہوسکتا، دونوں ایک دوسرے کے محرم راز ہوتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کے اتنے زیادہ قریب ہوتے ہیں کہ اس سے زیادہ قرب کا تصور اس دنیا میں نہیں کیا جاسکتا، دونوں کے آپس کے تعلقات ایسے ہیں کہ وہ کبھی بھی دوسروں کے سامنے مکمل طور پر نہیں آسکتے، لہٰذا تنہائی کے اس عالم میں جب کہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوت ہے، اس وقت ایک دوسرے کو تکلیف پہنچائیں، یا حق تلفی کریں تو کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ بہت سے حقوق تو ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کی حق تلفی کرے تو پولیس کے ذریعہ وہ حق وصول کیا جاسکتا ہے۔ یا عدالت میں دعویٰ دائر کر کے عدالت کے ذریعہ وہ حق وصول کیا جاسکتا ہے لیکن میاں بیوی کے بیشتر حقوق ایسے ہیں کہ ان کو نہ تو پولیس کے ذریعہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ عدالت کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے، عدالت زیادہ سے زیادہ یہ کرے گی کہ بیوی کو نان نفقہ دلا دیگی، اور مہر دلا دیگی، لیکن اگر شوہر گھر میں آکر منہ چڑھا کر بیٹھ جاتا ہے، اور جب بات کرتا ہے تو جلی کٹی سناتا ہے، تو اب یہ جلی کٹی سنانے کا اور منہ چڑھا کر بیٹھ جانے کا جو دکھ ہے، اس کا ازالہ کونسی عدالت اور کونسی پولیس کریگی؟

www.DarulQurra.edu.pk

☆"اللہ کا خوف" حقوق کی ادائیگی کرا سکتا ھے ☆

اگر کوئی چیز اس دکھ کا ازالہ کر سکتی ہے تو وہ صرف ایک چیز ہے، وہ ہے ''اللہ کا خوف'' جب شوہر کے دل میں اس بات کا احساس ہو کہ بیوی کا وجود اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دیا ہے، تو اس کے میرے ذمہ کچھ حقوق ہیں جو مجھے ادا کرنے ہیں، اگر میں ادا نہیں کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں میری پکڑ ہوگی ۔جب تک یہ احساس دل میں نہ ہو، انسان اس کے تمام حقوق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ حقوق نہ عدالت دلوا سکتی ہے نہ پولیس دلوا سکتی ہے۔

☆یہ تو درندے کا وصف ھے ☆

میرے ایک ہم سبق تھے۔ ایک مرتبہ وہ فخر یہ انداز میں یہ بیان کرنے لگے کہ جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں، تو میری بیوی اور بچوں کی جرأت نہیں ہوتی کہ مجھ سے کوئی بات کریں، یا میرے حکم سے سرتابی کر سکیں۔ وہ اپنی مردانگی ظاہر کرنے کیلئے یہ بات بیان کر رہے تھے۔ یہ کسی درندے کا وصف تو ہو سکتا ہے۔ انسان کا تو یہ وصف نہیں ہو سکتا، انسان کا وصف تو وہ ہے جو حضور اقدس ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور کھلا ہوتا تھا، اور آپ کے چہرہ مبارک پر تبسم ہوتا تھا، اور جتنا عرصہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ گزارا، اس عرصہ میں آپ نے مجھے کوئی بڑی سرزنش نہیں فرمائی۔

☆ہر کام کی درستی "تقویٰ" میں ھے ☆

سچی بات یہ ہے کہ ''تقویٰ'' کے بغیر اور اللہ کے خوف کے بغیر دنیا کا کوئی کام صحیح نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر نکاح کے معاملات اور میاں بیوی کے باہمی حقوق تقویٰ کے بغیر درست نہیں ہو سکتے۔ اگر حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ پر انسان کی نگاہ ہو، اور اتباع سنت کا جذبہ دل میں ہو، اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہو، اور آخرت میں جواب دہی کا احساس دل میں ہو، تب ایک دوسرے کے حقوق ادا ہو سکتے ہیں۔

اسی لئے فرمایا کہ رشتہ داریوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے اللہ سے ڈرو۔ ان میں سے ہر ہر چیز کے بارے میں وہاں پر تم سے سوال ہوگا کہ تم نے کس کے ساتھ کس قسم کا معاملہ کیا تھا۔

☆نکاح خاندانوں کو جوڑنے کا ذریعہ ☆

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَم تُرَ لِلمُتَحَابَّینِ مثلُ النِّکَاحِ"

(مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۴ ص ۱۲۸)

یعنی اگر دو خاندانوں میں آپس میں محبت ہے، تو اس محبت کو پختہ کرنے والی نکاح سے زیادہ موثر کوئی چیز نہیں۔ لہذا اگر دو خاندانوں میں آپس میں محبت آپس میں رشتہ قائم ہو جائے تو اس محبت کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس محبت میں مزید برکت عطا فرماتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں، اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے والے ہوں۔ اور حضور اقدس ﷺ کا متعدد نکاح کرنے کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سے قبائل سے تعلقات قائم کرنے منظور تھے، اس لئے آپ ؐ نے ان قبائل کی خواتین سے نکاح فرمایا۔ اس زمانے میں بھی اس کا رواج تھا کہ جن کے درمیان باہمی قریبی تعلقات ہوتے ان تعلقات کو نکاح کے ذریعہ مزید مضبوط بنا دیا جاتا تھا۔

☆دنیا کی بھترین چیز "نیک خاتون" ☆

www.DarulQurra.edu.pk

حضوراقدس ﷺ نے ارشادفرمایا:۔

"اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ، وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ"

(مسلم شریف، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ)

یعنی یہ ساری دنیا متاع ہے، نفع اٹھانے کی چیز ہے، کیونکہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفع اٹھانے کیلئے بنائی ہے، تاکہ انسان اس سے جائز طریقے سے نفع اندوز ہو۔ اور دنیا کے اندر سب سے بہتر نفع اٹھانے کی چیز نیک خاتون ہے، نیک خاتون کو حضوراقدس ﷺ نے سب سے بڑی نعمت قرار دیا۔

☆ دنیا کی جنت ☆

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی جنت یہ ہے زوجین ایک ہوں، اور دونوں نیک بھی ہوں تو یہ دنیا کی جنت ہے۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی مفقود ہوجائے تو دنیا میں جہنم ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں دنیا بے کیف اور بے مزہ ہوجاتی ہے، اور اس میں کدورت پیدا ہوجاتی ہے۔

☆ تین چیزوں کا حصول نیک بختی کی علامت ☆

اسی لئے حضوراقدس ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگر تین چیزیں انسان کو دنیا میں حاصل ہوجائیں تو اس کی سعادت کا حصہ ہے، اس کی نیک بختی کی علامت ہے۔ (1) ایک کشادہ گھر، (2) دوسرے امرأۃ الصالحۃ، نیک خاتون، (3) تیسرے خوشگوار سواری۔ اگر یہی تین چیزیں خراب ہوجائیں تو شوم ہیں، یعنی پوری زندگی کیلئے نحوست اور وبال ہیں۔ (محمد سماکؒ سے لوگوں نے کہا شادی کیوں نہیں کرتے فرمایا۔ دوشیطانوں کی طاقت نہیں رکھتا۔ ایک جو میرے ساتھ ہے اور دوسرا عورت کے ساتھ ہوگا۔ بعد وفات کسی کو خواب میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحمت فرمائی مگر ان لوگوں سے کم درجہ ملا جو رنج وتکلیف میں اپنے عیال واطفال کی پرورش کرتے ہیں (جامع الاخلاق) اس حدیث کے ذریعہ حضوراقدس ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ شوہر کو بیوی کا انتخاب کرتے ہوئے اور بیوی کو شوہر کا انتخاب کرتے ہوئے یہ بات مدِنظر رکھنی چاہئے کہ اس میں خدا کا خوف کتنا ہے، اور دین پر چلنے کا جذبہ کتنا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر نکاح کے فوائد حاصل نہیں ہوتے۔

☆ اقوال زرین سید عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ☆

☆ کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں۔ کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے۔ اور دُعا کرے کہ اے خُدا! مجھے رزق دے۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آسمان سے چاندی اور سونا نہیں برستا۔ ☆ آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں (ا) کامل (ب) کاہل (ج) لاشے (1) کامل وہ ہے جو لوگوں سے مشورہ کرے (2) کاہل وہ ہے جو اپنی رائے پر چلے۔ اور کسی سے مشورہ نہ کرے (3) لاشے وہ ہے۔ جو نہ خود صاحب الرّائے ہو۔ اور نہ دُوسروں سے مشورہ کرے ☆ کسی کے اچھا یا بُرا ہونے کے فیصلہ کیلئے آدمی کی نماز روزہ کو نہیں۔ بلکہ اس کی دانائی اور راست بازی کو دیکھنا چاہیئے۔

☆ وہ سجدہ رُوحِ زمین جس سے کانپ جاتی تھی ☆ اُسی کو آج ترستے ہیں منبر ومحراب ☆ (علامہ اقبال)

☆اقوال زرین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ☆

☆کشادہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے☆جو حقوق تیرے نفس کے ذمہ فرض ہیں۔ان کے ادا کرنے کا تو خود اس سے تقاضا کر۔تا کہ تُو دوسروں کے تقاضے سے محفوظ رہے۔☆جو شخص مال دینے میں سب سے زیادہ بخیل ہو۔وہ اپنی عزّت کے دینے میں سب سے زیادہ سخی ہوتا ہے۔☆ظلم نعمتیں دُور کرتا اور سرکشی عذاب لاتی ہے۔جو ظالم ہے وہ ہرگز پھُولتا پھلتا نہیں۔

☆ناوٴ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں☆ٹہنی ظلم کی کبھی پھلتی نہیں☆

☆غضب سے بچا رہ۔کہ اس کا شروع جنون اور آخر ندامت ہے☆بُرا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رکھتا۔کیونکہ وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔☆فرصت کو کھو دینا بہت بڑی مصیبت ہے۔گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں سَدا عیش دوراں دکھاتا نہیں۔☆صبر ایک ایسی سواری ہے۔جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی صبر کی نسبت بیقراری زیادہ تکلیف دہ ہے۔معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔☆جلدی سے معاف کرنا انتہائے شرافت اور انتقام میں جلدی کرنا انتہائے رذالت ہے۔اپنا داجبی حق لینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو۔البتہ دُوسروں کے غصب حقوق سے بچو☆اقرار جُرم مُجرم کے لئے بہت اچھا سفارشی ہے۔

☆اِنسان کی قابلیّت اسکی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے☆ **تا مرد سُخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد** (سعدیؒ)☆شریف کی پہچان یہ ہے۔کہ جب اس سے کوئی سختی کرے۔تو سختی سے پیش آئے۔اور جب اس سے کوئی نرمی کرے۔تو نرم ہو جائے۔اور کمینہ کی شناخت یہ ہے۔کہ جب اس سے کوئی نرمی کرے۔تو سختی سے پیش آئے۔اور جب کوئی سختی کرے تو ڈھیلا ہو جائے۔☆اپنی عقلوں کو ناقص سمجھتے رہو۔کہ عقل پر بھروسہ کرنے سے ضرور غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔☆بہترین کلام وہ ہے جس سے سننے والے کو ملال اور اس پر بوجھ نہ ہو۔☆سب سے زیادہ احمق وہ شخص ہے۔جو دُوسروں کی رذیل صفات کو تو بُرا سمجھے۔اور خود ان پر جما ہوا ہو۔☆بیشک تنگدستی نفس کے لئے ذِلّت کا باعث۔عقل دُور کرنیوالی اور فکروغم بڑھانے والی ہے۔☆جس شخص نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا۔وہ خدا تعالیٰ کے شُکر سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔☆جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو۔تو وہی اُسکی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے۔☆جو شخص خواہ مخواہ اپنے آپ کو محتاج بناتا ہے۔وہ محتاج ہی رہتا ہے۔☆جو شخص کسی کے عیب کی تلاش میں رہتا ہے۔اُسے کوئی نہ کوئی عیب مل ہی جاتا ہے۔☆جو شخص بندگانِ خُدا پر ظُلم کرتا ہے۔خُدا تعالیٰ خود اُس کا مدّعی ہو جاتا ہے۔☆جو شخص اپنے ہر ایک کام کو پسند کرتا ہے۔اس کی عقل میں نقصان آجاتا ہے۔☆جو شخص چھوٹی مصیبتوں کو بڑا سمجھتا ہے۔خدا تعالیٰ اُسے بڑی مصیبتوں میں مُبتلا کرتا ہے۔☆جو شخص کل کو اپنی موت کا دن سمجھتا ہے۔اُسے موت کے آنے سے کوئی تکلیف محسُوس نہیں ہوتی۔☆جاہلوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔اُن سے دُور رہو۔اور ان کو اپنے پاس سے دُور رکھو۔کیونکہ بہت جاہلوں نے عقلمندوں کو ہلاک کیا۔☆صحبت صالح ترا صالح کند☆صحبت طالح ترا طالح کند☆ (سعدیؒ) ☆اِنسان کی قدرت کا اندازہ اس کی ہمّت سے۔اس کی صداقت کا اس کی مروّت سے۔اس کی شجاعت کا اس کی حمیّت سے اور اُس کی پاک دامنی کا اس کی غیرت سے ہوتا ہے

☆اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے☆پھر دیکھ خُدا کیا کرتا ہے☆بار بردار گدھے اور بیل مردم آزار آدمیوں سے بہتر ہیں۔(سعدیؒ)

☆چند نصائح سیدنا امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ☆

★اِغْتَنِمْ فِي الْفَرَاغِ فَضْلَ رُكُوْعٍ ★ فَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ مَوْتُكَ بَغْتَةً★

فرصت کے لمحات میں فضیلت نماز کے حصُوَل کو غنیمت سمجھو۔اس بات کا ہر وقت امکان ہے کہ تمہاری موت اچانک ہی آپہنچے

★كَمْ صَحِيْحٍ رَأَيْتُ مِنْ غَيْرِ سَقْمٍ ★ ذَهَبَتْ نَفْسُهُ الصَّحِيْحَةُ فَلْتَةً★

www.DarulQurra.edu.pk

اپنی زندگی میں متعدد لوگوں کو میں نے صحت مند وتوانا دیکھا مگر ایکبارگی اور اچانک وہ موت کا شکار بن گئے۔

علامہ تاج الدین سبکی نے اپنی مشہور تالیف طبقات کبریٰ میں امام بخاریؒ کے دوشعر نقل کئے ہیں۔

★مِثْلُ الْبَهَائِمِ لاَتَرىَ اٰجَالَهَا ★ حَتّٰى تُسَاقَ اِلىٰ الْمَجَازِ وَتَنْحَرُ★

اہل غفلت کی مثال چوپایوں کی سی ہے جنھیں اپنی عاقبت کا کوئی احساس نہیں ہوتا، بالآخر اُنھیں مذبح لیجایا جاتا ہے اور ذبح کر دیا جاتا ہے

★خَالِقِ النَّاسَ بِخُلْقٍ وَاسِعٍ ★ لاَتَكُن كلباً عَلىَ النَّاسِ تَهِرُّ★

تم لوگوں سے حُسن اخلاق کا برتاؤ کرو۔اُس کُتّے کی مانند نہ بنو جو بھونکتا ہی رہتا ہے۔

★اِنْ عِشْتَ تُفجعُ بِالاحِبَّةِ كُلِّهِمْ ★ وَبَقَاءُ نَفْسِكَ لاَاَبَالَكَ اَفْجَعُ★

اگر زندگی باقی رہی تو تمہیں احباب کی موت کا غم اٹھانا ناگزیر ہے اس لحاظ سے تمہاری زندگی ایک دردانگیز چیز ہے۔

★عُمْدَةُ الدِّيْنِ عِنْدَنَا كَلِمَاتٌ ★ مُسْنَدَاتٌ مِنْ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ★

★اُتْرُكِ الْمُشبَّهَاتِ وَازْهَدْ ودَعْ مَا ا★ لَيْسَ يَعْنِيْكَ وَاعْمَلَنْ بِنِيَّة★

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی طرف منسوب کئے ہوئے چند کلمات ہیں جو ہمارے نزدیک دین کے ستون ہیں وہ یہ ہیں کہ مُشبّہَاتِ کو ترک کردو۔لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے رغبت نہ کرو۔لایعنی کاموں کو چھوڑ دو۔نیک نیتی سے عمل کرو (فضل الباری شرح بخاری)

★عَلىٰ قَدْرِ اِرْتِقَاءِ هِمَّتِكَ تَكُوْنُ دَرَجَتُكَ★

تمہاری نیت وارادہ میں جس قدر قوّت وبلندی ہوگی اسی کے بقدر تمہارا درجہ بلند ہوگا۔داود طائیؒ (عیون الحق)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ★تمت بعون اللّٰه وبفضله وكرمه وَصَلَّى اللّٰه على النّبى الامّىّ وَاٰلِهٖ وصَحْبه۔وازواجه۔وذرّياته وَاتباعه۔اجمعين وَارْحَمْنَا مَعَهُمْ برحمتك ياارحم الراحمين★

فیاض الرحمن علوی مرکزی دارالقراٌ پشاور

بروز بدھ 24 دسمبر 2013ء

www.DarulQurra.edu.pk